بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

مصنفہ

عبداللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۱۵ ۸ہش

(نقل طبع اوّل)

نذرِ عقیدت
بہ دربارِ خلافت

ایک گدائے بے نوا خاکپاہ دربارِ خلافت حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ وادام برکاتہ کی خدمت میں اخلاص و عقیدت کی نذر لیکر بایں التجا حاضر ہوا ہے ؎

اک نظر لطف و کرم کی اور دُعا ہے فقط اتنا ہی میرا مدعا

خاکِ تراب الاقدام
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین دستور الارتقاء

(تفسیر سورۃ الاسراء) ۱۷

مضامین	صفحہ
اصول موضوع سورۃ	۱
موضوع قرآن مجید	؍؍
علوم القرآن کی اصولی تقسیم	؍؍
اصول تفسیر	۲
شرائط ربط آیات	۳
موضوع سورۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ	۴
ابتداء قرآن سے سورۂ اسراء تک تمام سورتوں کا خلاصۂ مضمون	؍؍
حکم جہاد کس اصول پر مبنی ہے۔	۷
تفصیل قوانین جنگ	۹
قرآن حکیم کے نظام تنزیل پر کن کن سورتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔	۱۰
سورۂ بنی اسرائیل کا موضوع	۱۳
خلاصہ مضامین سورۃ	۱۴
باب اول	
نظارۂ ارتقاء	۱۶
اسراء یا معراج کے دو عنوانوں میں دو پیشگوئیاں مضمر ہیں	۱۹
نظارۂ معراج میں دو مسجدوں کی تخصیص کی حکمت	۲۲

مضامین	صفحہ
نوعیت معراج	۲۴
بنی اسرائیل کی ترقی کا قانون اور اس سے انحراف کا نتیجہ	۲۸
تورات میں بنی اسرائیل کے دو دور فساد کی پیشگوئی	۳۰
دوسرے دور فساد کی پیشگوئی موجودہ تورات میں سے اڑا دی گئی ہے جس کے شواہد بائبل میں موجود ہیں۔	؍؍
شاہد اول حضرت موسیٰؑ کا وعظ	۳۲
شہر یروشلم کی تباہی ۲۰ دفعہ	۳۴ حاشیہ
شاہد دوم۔ حضرت عمرؓ کے فتح یروشلم کی پیشگوئی	۳۴
شاہد سوم۔ قبضہ یروشلم کے متعلق دوسری پیشگوئی	۴۰
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام قوموں کے گواہ اور پیشوا ہونے کی پیشگوئی	۴۱
شاہد چہارم۔ فتح یروشلم کی تیسری پیشگوئی	۴۲
بائبل میں آپ کے نام کی تصریح	؍؍
شاہد پنجم۔ قبضۂ یروشلم کے متعلق چوتھی پیشگوئی	۴۳
حضرت عمرؓ کے خاص طرز پر داخلہ یروشلم کی پیشگوئی	۴۳
بنی اسرائیل کی پہلی تباہی کا منظر	۴۵

مضامین	صفحہ
بنی اسرائیل کے دو دورِ فساد کے ذکر سے امتِ محمدیہ کی تباہی کے دو دوروں کی طرف اشارہ۔	۴۶
بنی اسرائیل کی طرح امتِ محمدیہ پر بھی پہلی تباہی ایشیا سے آئی اور دوسری تباہی یورپ سے	״
امتِ مسلمہ کے شاندار مستقبل کی بشارت	״
قوم یہود کے ایام بہار	۴۸
شاہ بابل کا فرمان آزادی بنی اسرائیل کے نام	״
بنی اسرائیل کی تباہی کا دوسرا منظر	۴۹
مذہبی قوموں کی طاقت کے مرکز عبادتگاہیں ہوتی ہیں	۵۰
بصیرت افروز بشارت	״
گذشتہ جنگ یورپ سے ضرورت مذہب کی تصدیق	۵۱
بنی اسرائیل کی دوسری تباہی کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت	۵۲
قرآن مجید کا موضوع	۵۳
اقوام عالم کے لئے قرآن حکیم کا فیض عام	״
انجیل مسیح کے بعد ابدی انجیل (قرآن) کے نزول کی بشارت	۵۴
قرآن مجید سے استفادہ اٹھانیوالی قومیں	״
قرآن مجید کی صداقت پر غیر مسلم اقوام کی شہادت	۵۵

مضامین	صفحہ
باب دوم	۶۱
شرائط ترقی	״
شرط اول۔ حصول مقصد کے لئے تحمل مصائب میں ثبات قدمی ہو	״
شرط دوم۔ زندگی کے ہر ایک شعبۂ عمل میں ترتیب وتنظیم ملحوظ ہو۔	״
شرط سوم۔ ترقی کی امید کو اپنے ہی اعمال سے وابستہ سمجھا جائے۔	۶۲
قانون تعذیب امم	۶۴
شرط چہارم۔ مقصد ادنیٰ قرار نہ دیا جائے	۶۶
عقیدۂ آخرت کا فلسفہ	۶۷
شرط پنجم۔ قانونِ اساسی (توحید) کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔	۶۸
باب سوم	۶۹
نظام دستور ترقی	״
قانون اول۔ توحید اور جذبہ حریت کی تکمیل	۷۲
اسلام آزاد و فاتح اقوام کا مذہب ہے۔	״
قانون دوم۔ قومی حقوق کا دستور اساسی (وبالوالدین)	۷۴
قانون سوم۔ عامہ قومی حقوق کا ایفاء	۷۵
اصناف حقوق	۷۶
قانون چہارم۔ نظام اقتصادیات تحفظ مال اور انسداد فضول خرچی	۷۸
قانون پنجم۔ الاقتصاد فی الانفاق یعنی اخراجات میں میانہ روی	۷۹

مضامین	صفحہ
قانون ششم۔ حفظ نسل و تربیت اولاد	۸۱
زمانہ حاضرہ کی مشکلات کا حل قرآن مجید میں افزائش نسل پر افزائش خوراک کی پیشگوئی	۸۱
قانون ہفتم۔ تحفظ عصمت و ناموس قومی	۸۵
قانون ہشتم۔ امن عامۂ خلائق	۸۶
قانون نہم۔ حفظ حقوق یتامیٰ	۸۷
قانون دہم۔ ایفائے عہد	۸۸
قانون ۱۱ معاملات تجارت میں عدل	″
قانون ۱۲ اظہار رائے سے قبل تحقیق و استخبار اور بنی نوع سے حسن ظن و اعتبار	۸۹
قانون ۱۳ فاتح قوم کا شعار تواضع و انکسار	۹۱
قانون ۱۴ قانون اساسی (توحید) کی حفاظت	۹۲
قانون اساسی کے لئے متعدد دلائل	۹۳
دلیل اول۔ سیاسی	″
دلیل دوم۔ انفسی	″
دلیل سوم۔ تاریخی	″
دلیل چہارم۔ آفاقی	″
باب چہارم	″
اجوبۂ شبہات	
شبۂ اول متعلقہ توحید اور اسکے متعدد جواب	۹۴
جواب اول۔ استدلال عقلی	″
جواب دوم۔ شہادت فطرت	۹۵
جواب سوم شہادت واقعات	۹۶
شبۂ دوم متعلقہ حقانیت قرآن اور اسکے مختلف جواب	″
قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے لئے چند شرائط	۹۸
شرط اول۔ ایمان بالآخرۃ	″
اللہ تعالیٰ کے حجاب ڈالنے کا مطلب	۹۹
اصول موضوعہ شرائع	۱۰۰
کتاب الٰہی سے استفادہ کی دوسری شرط اخلاص توجہ ہے۔	۱۰۱
تیسری شرط نیت کا صحیح ہونا۔	″
شبۂ سوم۔ متعلقہ حیات بعد الموت	۱۰۲
انسان کا دوبارہ زندہ ہونا بعید از عقل نہیں	۱۰۳
پتھر اور لوہے میں حیات کی استعداد	″
روح حیوانی کے پیدا ہونے کا قاعدہ	″
پیدائش روح کے متعلق صحیح عقیدہ	۱۰۵
مسئلہ بعث بعد الموت کی فطری دلیل	۱۰۷
حیات بعد الموت کے متعلق فلاسفروں کی رائے	″
قیامت کے قریب ہونے کا مطلب	۱۰۹
دعوت الٰہیہ اور نفخ صور	″
نفخ صور عالم آخرت کا نظام شمسی ہے	″
نفخ صور میں موجودہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی	۱۱۱
نظام آخرت کے بارے میں لطیف نکتہ	۱۱۲
عالم دنیا اور آخرت کا ارتباط	۱۱۳
منشاء اختراع عقیدۂ تناسخ	۱۱۴
جواب شبۂ تناسخ	۱۱۶
وظیفہ مبلغ اور طریقہ تبلیغ	۱۱۷

مضامین	صفحہ
دعوۃ وتبلیغ کے مختلف طریقے	۱۱۸
معیار نظام تبلیغ	۱۱۹
حیاتِ ملت تبلیغ سے وابستہ ہے۔	//
نظام تبلیغ کا ذکر سورۂ مجادلہ وحشر میں رفع شبہ	۱۲۰
حکمت اختلاف طبائع	۱۲۱
حکمت تخصیص ذکر داؤدؑ	۱۲۲
جواب شبہ چہارم متعلق شفاعت	۱۲۳
مسئلہ شفاعت کی تشریح قرآن مجید سے	۱۲۵
شفاعت کے دو اقسام۔ باطلہ وحقہ	۱۲۹
شفاعت سیئہ کے تین اقسام	//
شفاعت حقہ کے لئے شرائط وضوابط	۱۳۰
قانون محاسبہ کا ذکر قرآن میں	۱۳۱
شفاعت کی علت ایمان واعمال صالحہ ہے	۱۳۲
علت شفاعت کی طرف حدیث میں اشارہ	//
حسب مراتب ایمان شفاعت تدریجاً ہوگی	۱۳۳
شفاعت کی ابتداء وانتہاء مشیت الٰہی سے وابستہ ہے۔	۱۳۴
شفاعت کی حقیقت صحیحہ کو نظرانداز کر دینے کا نتیجہ شرک فی الشفاعت اور شرک فی العبادت ہے۔	//
تقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ کی ضرورت	۱۳۶
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی وسیلہ کی ضرورت سے مستغنی نہیں۔	//

مضامین	صفحہ
وسیلہ کی تفسیر لغوی	۱۳۶
قرآن مجید سے وسیلہ کی تفسیر	//
وسیلہ کی باطل تفسیر بُت پرستوں کی اختراع ہے۔	//
عہد حاضر کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی	۱۳۷
جواب شبہ پنجم۔ متعلقہ معجزات	۱۴۶
جواب اوّل۔ معجزہ مستلزم ایمان نہیں	۱۴۷
ناقہ صالحؑ کے متعلق روایت کی تنقید	۱۵۱
ناقہ صالحؑ شعائر اللہ میں سے تھی	//
جواب دوم	//
فلسفہ معجزات	۱۵۲
قانونِ معجزات	۱۵۴
معجزات سلسلۂ اسباب سے خارج نہیں۔	//
جواب سوم۔ معجزات لوگوں کی استعداد کو مدنظر رکھکر دیئے جاتے ہیں۔	۱۵۶
سب طبائع کے لیے معجزہ ضروری نہیں	۱۵۸
معجزات سے کون لوگ فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔	//
فلسفہ معراج	۱۵۹
شجرۂ ملعونہ کی تفسیر	۱۶۰
تتمہ باب چہارم	۱۶۴
ضرورت قوانین سابقہ	//
انسان کی انتہائی حدود کی ترقی کا نقشہ	۱۶۵
مادی ترقی سے روحانی ترقی کیطرف انتقال	۱۶۶

مضامین	صفحہ
فطرتِ انسانی مذہب کی متقاضی ہے۔	۱۶۷
حالاتِ شخصی سے حالات قومی کیطرف انتقال اور عواقبِ کلی کا عواقب جزئی پر قیاس	۱۶۹
جدید تعلیمیافتہ گروہ کی ایک خطرناک غلطی	۱۷۰
تباہی اقوام کے اسباب	//
قومی ارتقاء کے تین دور	۱۷۲
مدارج ارتقاء انسانی	۱۷۳
فطرت بشری کے لئے کونسا قانون موزوں ہے۔	۱۷۴
معیار تہذیب انسانی	۱۷۶
امام الاقوام کیا ہے۔	//
امام کی تفسیر قرآن سے	۱۷۷
امام کا دوسرا معنی	//
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّی کہنے کی مختلف وجوہ	//
باب پنجم	۱۷۸
سیاسی تدابیر اور انکے جواب	//
اسلام کے خلاف مغربی اقوام کی تدابیر	۱۷۹
موجودہ تعلیم کے اثرات	۱۸۱
مسئلہ شرقیہ اور سیاسین یورپ کا نصب العین	۱۸۳
احادیث میں ان فتن کا ذکر	۱۸۴
مسیح و مہدی کی بشارت	۱۸۶
احادیث میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ معارفِ قرآن کا اقتباس ہیں۔	//
علامات قیامت کا ذکر قرآن میں	//
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار کی تدبیر اول	۱۸۹

مضامین	صفحہ
کفار کے اقرار چاہنے کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف اور قرآن مجید سے اس کا فیصلہ	۱۹۲
نزول سکینہ کا قانون	۱۹۵
مسلمانوں کے تنزل کا سبب	۱۹۶
مخالفین اسلام کیطرف سے دوسری تدبیر	//
دشمنوں کی تمام تدابیر کو بیکار کرنیکا حربہ نظام صلوٰۃ ہے	۱۹۸
فلسفہ نماز	۲۰۰
تبصرۂ لطیف دربارہ جامعیت مذہب اسلام	۲۰۵
اسرائیلی شریعت میں احکام نماز منضبط نہیں تھے	//
اسلامی نماز کے متعلق مغربی مفکرین کے قلبی تاثرات۔	۲۰۶
نظام تعلیم کی تکمیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی۔	۲۰۷
مذہبی تعلیم کے چار مراتب	۲۰۸
تفسیر حکمت	۲۱۲
حکمت بھی منزل من اللہ ہے۔	۲۱۳
وحی کے تین اقسام	//
نزول حکمت کا دروازہ بند نہیں	//
حکمت کے مختلف اقسام	۲۱۴
قسم اول محدثیت ومکالمہ الٰہیہ	//
قسم دوم۔ مبشرات یا مکالمہ ملائکہ	//
قسم سوم مکاشفات	۲۱۵
قسم چہارم۔ فراست	//
قسم پنجم۔ رویائے صالحہ	//

مضامین	صفحہ
قسم ششم۔ علم تاویل الاحادیث	۲۱۵
قسم ہفتم۔ تجلی روح القدس	۲۱۶
قسم ہشتم۔ نزول سکینہ۔	″
خصائص نبوی میں سے چوتھا طریقہ تزکیہ	۲۱۷
صحابہ کے قدوسی مقام کی بشارت قرآن حکیم میں	۲۲۱
″ ″ ″ ″ کتب سابقہ میں	″
آخری زمانہ میں چار طرق تعلیم کی عالمگیر اشاعت	
اور اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز	۲۲۲
مہدی موعود کی بشارت۔	
نماز فریضہ قومی قانون ہے اور تہجد شخصی قانون	۲۲۵
فرضیت وتر کے بارہ میں آراء فقہاء کی تطبیق	″
سند تعلیم خلافت کبریٰ	۲۲۶
مقام محمود کی مشہور تفسیر	″
مقام محمود کی ایک اور لطیف تفسیر	۲۲۷
ہر نبی کے لئے ایک خاص مقام ہوتا ہے۔	″
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد	
کو ملحوظ رکھنے سے مقام محمود کی تفسیر کا حل۔	۲۲۹
مقام محمود کا اندماج حقیقت محمدیہ میں	۲۳۰
مقام محمود تک پہنچنے کیلئے چند تدریجی مراحل	″
آپ کی زندگی کے مختلف دور	″
دورِ اول مکی زندگی	″
دورِ دوم مدنی زندگی اور مدینہ کا شاندار داخلہ	″
داخلہ مدینہ کی پیشگوئی صحف اولیٰ میں	۲۳۱
مقام محمود کا پہلا نظارہ	″

مضامین	صفحہ
بنی اسرائیل سے خدائی بادشاہت (خلافت الٰہیہ)	
کے چھن جانے کی پیشگوئی انجیل میں۔	۲۳۱
مقام محمود کی دوسری منزل غزوۂ بدر	۲۳۳
غزوۂ بدر کی پیشگوئی صحف اولیٰ میں۔	″
غزوہ بدر کا وعدہ مکہ والوں کو مدتوں سے	
دیا گیا تھا۔	″
مقام محمود کی تیسری منزل قتل قریظہ و اجلاء نضیر	۲۳۴
مکی سورۃ میں اس تیسری منزل کیطرف اشارہ	″
مقام محمود کی چوتھی منزل۔ صلح حدیبیہ	۲۳۷
مقام محمود کی پانچویں منزل۔ فتح مکہ	۲۳۸
فتح مکہ کی پیشگوئی کتب سابقہ میں۔	۲۳۹
مقام محمود کی چھٹی منزل حجۃ الوداع۔	۲۴۰
فلسفۂ حج	″
مقام محمود کا ساتواں دور	۲۴۱
تکمیل دین کا مقام خلافت کبریٰ کو مستلزم ہے۔	″
یہ مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مقام ہے	″
انبیائے سابقین اپنی شرائع کو غیر مکمل کہکر	
مکمل شریعت کا منتظر بنا گئے۔	″
مقام محمود کی ساتویں منزل کی تکمیل کے لئے	
مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت۔	۲۴۳
مسیح موعود کی بعثت کا وقت موجودہ زمانہ ہے	″
تمام دنیا میں دین الٰہی کی اشاعت کی بشارت	
انجیل میں۔	″
مقام محمود کی بشارت حبقوق نبی کی کتاب میں	۲۴۶

مضامین	صفحہ
مقام محمود سے نیچے ایک اور مقام ہے جس کا نام مقام کریم ہے۔	۲۴۶
مقام محمود کی تفسیر کیلئے دور صحابہؓ و تابعین کے شواہد	۲۴۸
مقام محمود کی اولین منزل کی ابتداء ہجرت اور قیام خلافت کی دُعاء	۲۴۹
مقام محمود کی دوسری منزل اور بعثۃ الکبریٰ کا اشارہ	۲۵۰
وحی الٰہی کا کام	۲۵۳
رفع شبہ	″
اعلان آزادی	۲۵۴
خلاصہ مباحث رکوع نہم	۲۵۵
مخالفین کی تیسری تدبیر کا جواب	۲۵۶
روح کے سوال کی وجہ	″
تنقیح مبحث۔ روح کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال اور ان کی تنقید	۲۵۸
روح انسانی کی تفسیر موضوع مباحث قرآن سے خارج ہے۔	
معرفت وحی کا دروازہ بند نہیں۔	۲۶۳
مخالفین کی چوتھی تدبیر کا جواب	″
قرآن مجید کے نظام تحفظ کا ذکر مختلف سورتوں میں۔	۲۶۴
قرآن مجید کے دوامی وحی ہونے کا فلسفہ	۲۶۵
پہلی کتب کی حفاظت نہ ہونے کی حکمت	″
مخالفین کی پانچویں تدبیر کا جواب	″
قوانین قرآن کے مقابل دنیا اپنی شکست کا اعتراف کر چکی ہے۔	۲۶۶
انسداد شراب کے متعلق یورپ کی مساعی	″
تعدد ازدواج کی حقانیت کے متعلق مشاہیر یورپ کا اعتراف۔	۲۶۸
جنوں کو چیلنج میں شامل کرنے کی وجہ	۲۷۱
جنوں کے چیلنج میں موجودہ زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی۔	″
قتل مرتد کا حکم دوامی شریعت نہیں بلکہ وہ بطور مارشل لاء ہے جو خاص حالات کے ماتحت ہے۔	۲۷۵
قتل مرتد کی روایت بچند وجوہ مخدوش ہے۔	″
قرآن مجید کا اعجاز مختلف حیثیات سے۔	۲۷۶
خصائص قرآن حکیم کا تذکرہ	۲۷۷
تتمہ باب پنجم	۲۷۹
قرآن مجید کے ماننے کے لئے مخالفین کی طرف سے چند شرائط۔	″
مخالفین کی طرف سے یہ شبہ کہ نوع بشری کو عہدہ رسالت کیوں ملا۔ اور اس کے مختلف جواب۔	۲۸۵
جواب اوّل۔ بنائے شبہ تعصب و عناد پر ہے	۲۸۶

مضامین	صفحہ
جواب دوم۔ نوع انسان کی ہدایت کے لئے مجانست ضروری ہے۔	۲۸۶
جواب سوم۔ بشری نبوت کے لئے خدائی شہادت	۲۸۷
ربط آیات آیندہ	۲۸۹
قانون ہدایت وضلال بسلسلۂ اسباب کے مربوط ہے۔	۲۹۰
ہدایت کی توفیق کن نفوس کو میسر آتی ہے اور قعرِ مذلت میں کون گرتے ہیں۔	۲۹۱
طریقۂ ہدایت وضلال	۲۹۲
ضلالت بعد اتمام حجت ہوتی ہے۔	〃
نتیجۂ ضلال	۲۹۳
ضلالت کی دنیاوی سزا	〃
〃 〃 اُخروی سزا	۲۹۴
باب ششم	۲۹۵
قوانین ارتقاء کی کامیابی کا تجربہ	۲۹۶
تسبیح آیات کی دو تفسیریں	۲۹۷
واقعات قوم فرعون و بنی اسرائیل کا انطباق کفار قریش اور امتِ مسلمہ پر۔	۳۰۰
عہد حاضر کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی	۳۰۱
ربط مضمون	۳۰۵
جواب شبہ	〃
قرآن مجید کے متفرق نازل ہونے کی حکمت	۳۰۶

مضامین	صفحہ
قرآن حکیم کے تدریجی نزول کی پیشگوئی کتب سابقہ میں۔	۳۰۷
صداقتِ قرآن مجید پر تعلیم یافتہ جماعت کی شہادت	۳۰۹
مبلغ قرآن کے لئے چند ہدایات	۳۱۲
ادیانِ باطلہ کو اعلانِ جنگ	۳۱۳
ترقی زمانہ ترقی اسلام کو مستلزم ہے	۳۱۴
مسیحی اقوام کا نظام تبلیغ اور ان کی مذہبی شکست	۳۱۶
سورۃ کے ابتداء اور انتہاء کے باہمی ربط میں لطیف اشارہ	۳۲۱
تسبیح وتحمید اور تکبیر کی حقیقت	〃
سورۂ نصر میں فاتح قوم کا نصب العین بتایا گیا ہے۔	〃
صفات تنزیہیہ میں سے تین اصناف کی تخصیص کی حکمت	〃
سورۂ مابعد کا ربط	۳۲۲
سورۂ کہف کا مضمونِ مجمل	۳۲۳
سورۂ کہف کے بعد کی چار سورتوں کا موضوع	〃
سورۂ حج میں عظمت وکبریاء الٰہی کا دستور ہے	۳۲۴
تکبیر الٰہی کیلئے دو اصول۔ حج اور جہاد	〃
امت مسلمہ کے فرائض زندگی تین نظاموں پر منقسم ہیں۔ نظام عبادات۔ نظام مالیات۔ نظام تبلیغ	۳۲۶

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ حال

(ایڈیشن اوّل)

قرآنِ حکیم وہ کتاب عزیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کی ہر ایک قسم کی ترقی وعزت وابستہ ہے جس نے اپنے پیروؤں کو ترقی دلانے کا بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اور نہ صرف دعویٰ کیا۔ بلکہ صداقتِ دعویٰ کا عملی ثبوت بھی اُس نے ایسے بیّن طور پر دیا جس کی نظیر تاریخِ عالم میں ناپید ہے۔ رُبع صدی سے بھی کم عرصہ میں اس نے ایک ایسی قوم کو جو جہالت و وحشت کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی اور تہذیب و تمدن سے کوسوں دُور تھی ایسے اعلیٰ معراجِ کمال پر پہنچایا اور اس کے ستارۂ اقبال کو اُفقِ دنیا پر ایسا چمکایا جس کے آگے اقوامِ عالم کی روشنیاں ماند پڑ گئیں جس کی تہذیب و تمدن کے آگے بڑی بڑی مہذب و متمدن قوموں نے سر جھکا دیئے جس کے علم و حکمت و اخلاق و روحانیت کے سامنے احبارِ اُمم اربابِ معارف و حِکم نے بھی زانوئے شاگردی تہہ کر دیئے۔ مگر آہ! جب اس امتِ مُسلمہ پر وہ دَور آیا جبکہ اس نے اپنے مرکزی نقطۂ نگاہ فرقانِ حمید کے دستورِ ارتقاء کو نظر انداز کر دیا تو اس کے ساتھ ہی اس کا آفتابِ اقبال بھی غروب کر گیا یہانتک کہ اس پر تنزل و خذلان کی وہ موعود گھڑی لَيْلَةٌ غَمْيَاءُ بھی آئی جس میں فتنۂ متموّجہ کموجِ البحر کے خروج کی خبر دی گئی تھی۔ لیکن جیسا کہ سنتُ اللہ ہے کہ ہر رات کے بعد دن آتا ہے اور خزاں کے بعد بہار۔ ایسا ہی اس شبِ تاریک کے بعد اس کے عروج و اقبال کے دن کا آنا بھی لازمی تھا۔ جس کی خبر قرآنِ حکیم میں پہلے ہی سے موجود ہے پس میرے طبعی جوش اور دلی جذبات نے چاہا کہ اس نئے دورِ ارتقاء کی بشارتِ عظمیٰ اپنے دینی بھائیوں کو پہنچاؤں اور ان کے سامنے اس دستورِ ارتقاء کی تفسیر پیش کروں۔ جس میں امتِ مسلمہ کے اس مدّ و جزر کی تمام تفصیل موجود ہے اسکے لئے مَیں نے سورۂ بنی اسرائیل کو منتخب کیا۔ اور جب عہدِ حاضر کی ضروریات کے مطابق اس کی تفسیر لکھنے کا عزم کیا اور اس کے متفرق مضامین کی تنظیم و تشکیل کا خاکہ ذہن میں جمایا تو بعض جگہ تفسیرِ آیات اور ترتیبِ مضامین کے متعلق ایسے لاینحل عقدے

پیش آئے ہیں کے حل کے لئے میں نے ہر ممکن کوشش کی بعض اساتذہ سے استفسار
کیا۔ کتب تفاسیر و تصنیفاتِ سلف کی طرف رجوع کیا مگر کسی طرح گرہ کشائی نہ ہو سکی۔
بالآخر جب ان سب تدابیر میں ناکام ہو کر ان سب سے اعلیٰ تحریک۔ ایمانی تدبیر اور رُوحانی
حربہ (دُعا) سے کام لیا۔ اور آستانۂ اُلوہیت پر گر کر متضرعانہ استدعاؤں سے رحمتِ
الٰہی کا دروازہ کھٹکھٹایا تو بہت جلد گوہرِ مراد پا لیا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر پہلو سے یقین
تام طمانیتِ قلب انشراحِ صدر حاصل کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اجابتِ دُعا کا نمونہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُوحانی افاضہ سے مقامِ محمود کی تفسیر

تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک نمونہ اجابتِ دُعا کا تذکرہ کرتا ہوں۔ ان پیش آمدہ
عقدوں میں سے ایک اہم ترین عقدہ مقامِ محمود کی تفسیر کے متعلق تھا جس کی عقدہ کشائی
کے لئے میں نے جنابِ الٰہی میں تضرع اور الحاح سے بایں مضمون دعا کی کہ یا الٰہی جو شخص
تیرے نزدیک تیرے کلامِ پاک کا نہایت ہی ماہر اور بہترین عارف ہو۔ بیداری یا خواب
میں اس کی زیارت کرا اور اس کے ذریعہ سے میرا یہ عقدہ حل فرما۔ اس وقت میں سلسلہ احمدیہ
میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا۔ دُعا کے
وقت مجھے آپ کی ذات کے متعلق کوئی وہم و گمان ہی نہ تھا۔ میں یہ دُعا کر کے سو گیا۔
خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور
آپ کے زانو پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر مبارک رکھے ہوئے خوابِ استراحت فرما
رہے ہیں۔ اس وقت میں حضرت مولانا خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے تعلق یا سلسلہ کی حقیقت اور
ان کے روحانی کمالات کا تو معتقد نہیں تھا۔ البتہ ان کے تبحرِ علمی کا ضرور معترف تھا۔
میں نے فوراً ان کی خدمت میں اپنا عقدہ پیش کیا۔ اور اس کا حل چاہا۔ قبل اس کے کہ
حضرت مولانا میرے سوال کا جواب دیتے میری گفتگو ختم ہوتے ہی حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہو گئے اور جلدی سے اٹھ کر میری طرف مخاطب ہو کر ایک
لمبی اور مسلسل تقریر فرمائی جو نہایت ہی دلچسپ اور معارف و حقائق سے مملو تھی۔ اس

تقریر سے میرے تمام عقدے حل ہو گئے۔ اور جو کیفیت اور لذت اس تقریر کے سننے سے میرے دل میں پیدا ہوئی اسے ابتک میرے قلب نے فراموش نہیں کیا۔ جب مَیں بیدار ہوا تو اس تقریر کے الفاظ اور مضمون تو بھول گیا۔ البتہ طبیعت میں جو عقدہ کے باعث انقباض اور قلق تھا وہ رفع ہو کر اطمینان اور شرح صدر ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ اور سلسلہ کے حالات کا تفحص شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ کہ مجھے اس تحقیق حق میں ہدایت نصیب ہوئی۔ اور سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہو کر شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ؕ

اس کے بعد جب مَیں نے مقام محمود کی تفسیر کے لئے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے روحانی افاضہ سے اس کا حل بھی بخوبی پالیا۔ پس آپ کو مقام محمود کی تفسیر کی ذیل میں جو علمی معارف نظر آئیں گے وہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے روحانی افاضات ہیں۔ میرا ان میں کوئی دخل نہیں۔ البتہ میرے لئے یہ بہت بڑا فخر ہے کہ ان کی تحریر و تسطیر کی خدمت ادا کرنے کی توفیق مشیت الٰہی نے مجھ جیسے نالائق کو عطا فرمائی۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ؕ

اس رؤیائے صادقہ نے میرے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور مجھے ایمانی حلاوت کا ایسا مزہ چکھایا اور روحانی بصیرت کا وہ شیریں ثمر کھلایا۔ جس کے بیان و توصیف کی استطاعت میری زبان و قلم میں نہیں۔ اس سے قبل گویا مَیں تیرہ و تاریک رات میں اپنے ذہنی تخیلات اور دماغی تفکرات کی روشنی میں منازلِ سفر طے کر رہا تھا۔ کہ اچانک آسمانی نور کی ایک جھلک نمودار ہوئی اور مجھے ایک ایسے مقام کا پتہ دیا۔ جس سے پہلے مَیں بالکل ناآشنا تھا۔ یعنی اس نورِ آسمانی مصلح ربانی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام (جنکی بعثت قرآنِ حکیم کی متعدد پیشگوئیوں کی تصدیق وابستہ تھی) کی معرفت کا مقام نصیب ہوا، اور جب مَیں شرف بیعت حاصل کر کے آپ کے سلسلۂ روحانیہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے لگا۔ تو اس وقت سے گویا میری زندگی کا نیا دور شروع ہوا ؕ

اس سے قبل ایک وہ زمانہ تھا جس میں میں نے اس کتاب کا مسودہ شروع کیا۔ اس وقت مجھے سلسلہ حقہ احمدیہ سے چنداں شناسائی نہیں تھی۔ البتہ دلائل آفاقی۔ شواہد انفسی۔ احساسات ضمیر مجھے ایک نئے شاندار دور کی بشارت دے رہے تھے جن کے اعلان کے لئے میں قلم برداشتہ ہوا۔ میرا ضمیر اس دورِ جدید کے لئے مہدی موعود کا منتظر تھا جس کے ظہور کی توقع قریب زمانہ میں تھی۔ مگر میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس امامِ موعود کی انتظار میں ہم چشم براہ ہیں وہ آچکا اور اس کا یہی دور ہے جو گزر رہا ہے۔

لاکھ لاکھ شکر ہے حضرت ربِّ منّان حکیم مطلق کا جس کے بھیدوں کو اُسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ اس نے اپنے فضل و رحمت اور اپنی مخفی حکمت سے میرے دل میں تفسیر سورۃ کی تحریک ڈالی اور اس ذریعہ سے میری روحانی تربیت کا سامان مہیا فرمایا۔ اور اس اثناء میں میرے دل میں بعض عقدے ڈالے جن کے باعث مجھے اس کی طرف حقیقی رجوع۔ توجہ اور انابت ہوئی۔ اور مجھے راہ بصیرت۔ شرح صدر اور حقیقی ایمان کی ہدایت نصیب ہوئی ۔ فالحمد للہ ۔

پس چونکہ یہ کتاب میری زندگی کے انقلاب کا باعث ہے لہذا میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت کا نشان سمجھتے ہوئے شائقین علم و عرفان اور جویانِ حق طبائع کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس میں جو خامیاں، نقائص اور غلطیاں ہوں وہ میری جہالت۔ بے بضاعتی اور کمی علم کے نشان ہیں۔ ان سے درگذر فرماتے ہوئے میرے حق میں مغفرت کی دعا فرماویں۔ اور جہاں کہیں کوئی علمی نکتہ پسند خاطر آئے تو اسے میری ذاتی قابلیت کا طبعزاد نتیجہ نہ سمجھیں۔ بلکہ وہ درحقیقت حضرت سلطان القلم قاسم کنز الکعبہ کا افاضہ ہے جس سے احقر نے بطفیل غلامی حسب استعداد حصہ پایا ہے

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

عبداللطیف بہاولپوری

عرض حال

(ایڈیشن دوم)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خاکسار کو دستور الارتقاء سورۃ بنی اسرائیل کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی توفیق ملی جس میں تھوڑی سی اصلاح کے علاوہ بہت کچھ اضافہ جات بھی کر دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو میری زندگی کے لئے رُوحانی انقلاب کا باعث بنی اور بزرگانِ سلسلہ اور اہلِ علم حضرات نے بھی اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھکر خاکسار کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اس کتاب کے طبع اوّل کے وقت خاکسار ہائی سکول خانپور ضلع رحیم یار خان میں مدرس عربی تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ محکمہ تعلیم کے افسر اعلیٰ مُعائنہ سکول کے لئے تشریف لائے تو خاکسار نے اپنی تازہ تصنیف ان کی خدمت میں پیش کی جسے لے کر انہوں نے کتاب پر سرسری نظر ڈالی۔ اور میری سادگی اور علمی بے مائیگی کا خیال دل میں لاتے ہوئے میری اس علمی خدمت قرآنی کو کچھ وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ ایک گونہ بطور تشنیع طنزاً کہا۔ اچھا تم نے یہ تفسیر لکھی ہے۔ اس میں مرزائیت کی باتیں تو نہیں گھسیڑیں۔ جس پر خاکسار نے نہایت ہی متانت سے عرض کیا۔ کہ حضور آپ افسر ہیں۔ میں تو آپ کا ماتحت ملازم ہوں۔ آپ پوری کتاب کو بنظرِ غور مطالعہ فرمائیں۔ اگر کہیں کوئی نازیبا تحریر ہو گی تو اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کی ذرّہ نوازی دیکھیئے۔ مَیں نالائق۔ حقیر۔ ناچیز معمولی ٹیچر جو ان لوگوں کی نگاہ میں بوجہ احمدی ہونے کے اَور بھی وقعت کی نظروں سے گرا ہوُا تھا۔ اور کسی طرح بھی قابلِ التفات نہیں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسی افسر اعلیٰ کی طرف سے خاکسار کو خفیہ طور پر یہ پیغام ملا کہ یہ تفسیر ہمیں بڑی پسند ہے۔ البتہ اس میں جہاں کہیں (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کا نام آیا ہے اگر اسے حذف کر دیا جائے۔ اور اس کا ٹائیٹل بھی جو قادیان کا مطبوعہ ہے اڑا دیا جائے تو ہم اس کتاب کو ریاست کے

ہائی سکولوں کے لئے بطور کورس مقرر کردیں گے۔ اس سے تمہاری بہت کچھ مالی امداد بھی ہوتی رہے گی۔ مَیں یہ پیغام سُنکر سکتہ میں آگیا۔ گویا میرے لئے یہ میری ایمانی آزمائش کا ایک نیا باب اور جدید پرچۂ امتحان تھا۔ تھوڑی دیر مَیں نے محوِ سکوت ہوکر آخر قاصد کو اس پیغام کا جواب دیا کہ میری طرف سے بڑے ادب سے عرض کرنا کہ آپ کی اس علمی قدردانی کا خاکسار بہت ہی ممنون اور متشکر ہے جو آپ نے اس معمولی ملازم پر نگاہِ شفقت ڈال کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ مگر معاف کیجئے۔ یہ شرائط جو آپ نے لگائی ہیں اس میں تو گویا میری ایمانی غیرت کا خون اور میری حریت ضمیر کی موت ہے۔ مجھ سے ایسی توقع آپ کیونکر فرما سکتے ہیں۔ مَیں تو ایک معمولی ٹیچر ہوں۔ اگر آپ ایسے فاضل متبحّر افسر تعلیم کو یہ کتاب پسند آئی ہے تو یہ محض اس مقدس وجود آسمانی نور کی برکت ہے ورنہ میری کیا حیثیت ہے۔

میرا اس پیشکش کو ٹھکرانا تو دنیوی ذہنیت کی نگاہ میں میری سخت بیوقوفی تھی اور میرے لئے آیندہ مشکلات کا گویا پیش خیمہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ میرے احمدی ہونے کی وجہ سے آیندہ ترقی کی راہیں تو پہلے ہی سے میرے لئے بند تھیں۔ مزید برآں بعض معاندین کی طرف سے مجھے ہٹانے کے لئے بھی منصوبے ہونے لگے۔ جن سے تنگ آکر آخر مَیں نے خود ہی ملازمت چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ اور رخصت کا جس قدر قانوناً حق بنتا تھا۔ وہ رخصت مَیں نے لے لی۔ اور ان تمام واقعات کی سرگزشت حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کرکے دعا کی بھی درخواست کی۔ اس پر حضور کی طرف سے یہ ہدایت موصول ہوئی کہ ملازمت کا چھوڑنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جو دروازہ رزق کا کھول رکھا ہوا سے اپنے ہاتھ سے بند کرنا شرعًا ممنوع ہے۔ حضور کے اس ارشاد گرامی کے موصول ہونے پر خاکسار اپنی حاصل کردہ رخصت منسُوخ کرکے حاضر سکول ہوگیا۔ قربان جاؤں ذاتِ ارحم الراحمین پر جو اپنے بندوں کی کسی حقیر سی قربانی کو بھی جس میں روح اخلاص ہو۔ ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی بے پایاں رحمت و شفقت سے نوازتے ہوئے اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

خاکسار جبکہ ہر طرف سے مشکلات کے بھنور میں گھرا ہوُا تھا اور ان سے نکلنے کی

کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی - یہ تو خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ان بچوں کی ابتدائی تعلیم کے سوا میں اپنے لئے کوئی اور علمی مشغلہ جاری رکھ سکوں گا - قدرتِ خداوندی نے کیا ہی عجیب کرشمہ دکھایا - حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیرونی ممالک میں تبلیغ کے کام کو وسیع کرنے کے لئے ایک نئی سکیم جاری فرمائی واقفین زندگی کو مبلغ بنا کر بیرونی ممالک میں بھجوایا جانا - اور مبلغین کی تیاری کیلئے جامعۃ المبشرین کی معیاری درسگاہ تجویز فرمائی - حضور اقدسؓ نے اس درسگاہ کی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ کا انتخاب تجویز فرمایا جو مدرسہ دیوبند کے سند یافتہ ہوں - حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو خود بھی فاضل دیوبند تھے - اس جامعہ کے پرنسپل تجویز ہوئے - اب اساتذہ فضلائے دیوبند کی تلاش شروع ہوئی کسی نے حضرت مولانا محترم کو میرے متعلق اطلاع کر دی کہ یہ بھی فاضل دیوبند ہے - چنانچہ آپ نے حضور اقدسؓ سے منظوری حاصل کر کے مجھے قادیان میں بلوا لیا - اس طرح مبلغین سلسلہ کی تعلیمی خدمات سرانجام دینے میں خاکسار بھی حصہ دار بن گیا - اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی تھی - ع اک ذرۂ خاک کو ثریا بنا دیا -

اس واقعہ سے خاکسار کے بڑے بھائی منشی عبد الغفور صاحب مرحوم کی ایک پرانی رؤیا (جو انہوں نے میرے احمدی ہونے سے پہلے دیکھی تھی) کی تعبیر جب آنکھوں کے سامنے آئی تو ایمان میں تازگی پیدا ہو گئی - فالحمد للہ -

انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو گئے ہیں اور آپ کے ساتھ مجاہدین اسلام کی فوجیں ہیں اور آپ شہر سکھر سے جو دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے وہاں سے تشریف لا رہے ہیں - آپ افواج اسلامی کے درمیان میں ہیں - اور ان افواج کے متعدد دستے ہیں - ہر دستۂ فوج کا جو افسر ہے اس کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا ہے - مجھے کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ تم بھی ایک دستۂ فوج کے افسر ہو اور تمہارے ہاتھ میں بھی جھنڈا ہے -

چنانچہ خاکسار ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک دارالامان قادیان میں اور بعد از ہجرت ربوہ میں تعلیمی خدمات کے فرائض بجا لاتا رہا - یہ کتاب دستور الارتقاء جو قادیان سے شائع کی گئی تھی اس کے جو نسخے میرے پاس باقی رہ گئے تھے وہ فسادات ملکی کے دوران وہاں ہی

ضائع ہو گئے۔ اور کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ بعض احباب کی طرف سے اصرار تھا۔ کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے۔ مگر میری مالی حالت اشاعت کے قابل کہاں؟ آخر میرے ایک محترم دوست محسن عظیم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کے دل میں اللہ تعالےٰ نے اس کتاب کی اشاعت کے متعلق جوش ڈالا۔ موصوف نے کچھ تو اپنی طرف سے امدادی رقم پیش فرمائی اور بقیہ رقوم کی فراہمی کے متعلق اپنے مخیر مخلصین احباب کو تحریک فرما کر اس حد تک رقم کی فراہمی کا ابتدائی انتظام کر دیا جس سے کتاب کی طباعت کا کام شروع کیا جا سکے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَمِيْعَهُمْ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ
پس شائقین علم احباب کی خدمت میں عرض گذار ہوں۔ کہ چونکہ اس ایڈیشن کی اشاعت میں ان احباب ذیل کا بہت حد تک تعاونی ہاتھ ہے اس لئے ان کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے اخلاص میں برکت دے اور دینی خدمات میں ہمیشہ قدم بڑھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ہر شر و مفاسد زمانہ سے انہیں محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین۔ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔

ان مخلص معاونین اصحاب کے اسماء گرامی ذیل ہیں:۔

۱۔ محترم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر۔
۲۔ محترم برادر نسبتی غلام احمد خانصاحب آف واتہ ہزارہ۔
۳۔ 〃 مفضل الرحمٰن صاحب بٹوں منیجر شوگر مل سرائے نورنگ۔ بنوں۔
۴۔ 〃 محمد امین صاحب سرائے پارہ چنارہ
۵۔ 〃 ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب شفا میڈیکو۔ نواب شاہ سندھ
۶۔ 〃 خواجہ محمد امین صاحب ممبر بال۔ سیالکوٹ
۷۔ 〃 الحاج علی انور صاحب ابڑو۔ لاڑکانہ۔ سندھ
۸۔ 〃 عبداللطیف صاحب سنگوھی۔
۹۔ 〃 چوہدری محمد نواز صاحب جھنگ صدر

خاکسار
عبداللطیف بہاولپوری

سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر دستور الارتقاء

کے متعلق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بزرگان سلسلہ کی آراء

۱۔ حضور اقدس فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ کتاب کو بابرکت کرے۔ میں کتاب تو نہیں پڑھ سکا۔ کام کی زیادتی ہے ہاں بعض حصے ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں دیکھے ہیں۔ میرے نزدیک جس قدر حصہ میں نے دیکھا مفید معلوم ہوتا تھا۔"

۲۔ مفسرِ قرآن کریم مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان فرماتے ہیں:-

"میں نے مولوی عبد اللطیف صاحب (مدرس ہائی سکول خانپور ریاست بہاولپور) کی تفسیر دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء کو بغور پڑھا ہے۔ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ تفسیر کے لحاظ سے تفسیر نویسی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ عمدہ حقائق و معارف کا ایک مجموعہ ہے۔ علمائے زمان کے خلاف اس کا طرزِ بیان نہایت عمدہ اور محققانہ ہے۔ مجھے یہ کتاب پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس کے مصنف علماء میں سے ہو کر پھر روشن خیال اور دنیا کے حالات سے واقف اور قوتِ بیانیہ رکھنے والے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا۔ وہ اس کو پسند کرے گا۔"

۳۔ فاضلِ اجل حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا:-

"میں نے کتاب دستور الارتقاء کو کئی مقامات سے دیکھا۔ بوجہ عدیم الفرصتی ابھی تک بالاستیعاب دیکھنے سے قاصر رہا۔ لیکن جو مقامات میرے مطالعہ میں آئے ہیں اس کی بناء پر علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ صاحب تصنیف کی شان مفسرانہ بالکل جدت کا رنگ رکھتی ہے۔ آپ کے نکتۂ استنباط و استدلال

اور آپ کی قوتِ دراکہ نے جس روشنی میں سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر کا کام کیا ہے وہ فیوض احمدیہ اور علوم قرآنیہ کی بالکل معجزانہ مثال ہے۔ اس تفسیر نے مسئلہ معراج نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو دستور الارتقاء کے معنوں میں ایسا واضح کر دیا ہے کہ جو قلوب حقائق شناس کے لئے یقیناً ایک نعمت عظمیٰ اور علوم روحانیہ کے پیاسوں کے لئے ایک جام کوثر ہے۔ میں نے دستور الارتقاء کو جس جس مقام سے بھی پڑھا مجھے وہاں سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ روحانی برکات اور مواہب لدنیہ کے نئے افاضات کا نمونہ محسوس ہوا اللہ تعالیٰ مصنف عزیز کو بہتر جزا دے اور مزید توفیق سے ان کے بالکل موزون ذہنِ رسا کو اس طرف اور بھی توجہ نصیب ہو کہ وہ وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی سورۃ کی تفسیر دستور الارتقاء کے نہج پر ترتیب دیتے رہیں۔ تفسیر کے لئے خاص ملکہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ جوہر بھی ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ پس تفسیر کتاب اللہ العزیز کا مقدس شغل بصورت حق و حکمت ایک بہترین خدمت قرآن ہے

وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔"

۴۔ حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"دستور الارتقاء جو سورۃ بنی اسرائیل کی لطیف تفسیر ہے ہمارے سلسلہ کے ایک عالم مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب عربی مدرس خانپور ریاست بہاولپور نے تصنیف فرمائی ہے۔ یہ ضخیم کتاب اپنے مطلب اور مضامین کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک اردو خواں دوست اس کا ایک دو بار خود مطالعہ کرے اور دوسرے غیر احمدی، ہندو، آریہ، عیسائی، یہودی، سکھ اصحاب کو بھی مطالعہ کیلئے دے کیونکہ یہ کتاب ہر ایک مذہب اور ہر خیال کے انسان پر قرآن کریم اور اسلام کی حقانیت اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو واضح کرنے کیلئے ایک نہایت ہی مفید تصنیف ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی افاضہ سے لکھا ہے سورۃ بنی اسرائیل کے اہم مقامات مثل مقام محمود و معراج نبوی کی تفسیر رؤیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصنف کو اس وقت فرمائی جبکہ وہ غیر احمدی تھے اس رؤیائے صادقہ کے بعد

مولوی صاحب احمدی ہوئے اور پھر یہ کتاب لکھی جو سلسلہ کی صداقت کا خاص نشان ہے کتاب مذکور ایک دلکش اور عام فہم پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اور ہر ایک طالب حق پر اسلام اور قرآن کی فضیلت دوسرے تمام مذاہب و الہامی کتب پر ثابت کرتی ہے۔ میرے ایک دوست بھی جنہوں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا ہے اس کتاب کے بڑے مدّاح ہیں۔ اور ان کی رائے میں بھی یہ کتاب ہر ایک عالم۔ مناظر، مفسّر، مصنف احمدی وغیر احمدی و غیر مسلم کے لیے مفید ہے"

۵- حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان فرماتے ہیں:

" دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء مولوی عبد اللطیف صاحب (بہاولپوری) کی تصنیف ہے جہاں تک میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اسے نہایت لطیف تفسیر پایا ہے۔ آپ نے دیباچہ میں اس تفسیر کے لکھنے کا باعث اپنی ایک رؤیا قرار دیا ہے۔ جو غیر احمدی ہونے کی حالت میں آپ نے دیکھی تھی۔ اور وہی رؤیا آپ کے احمدی ہونے کا بھی باعث ہوئی۔ تفسیر نہایت دلکش پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور اس تفسیر میں قرآن مجید کی علمی خوبیوں کے ذکر کرنے کے علاوہ اس خوبی کو نہایت مبرہن کر کے دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید ایک مرتب اور منظوم کلام ہے۔ اور اس کی ہر ایک سُورۃ ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتی ہے جو کئی بابوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سُورۃ اسراء کو آپ نے چھ بابوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس تفسیر کے چند صفحات پڑھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تفسیر فی الواقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کا نتیجہ ہے۔ میں تمام علم دوست احمدیوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ ضرور اس کتاب کا ایک ایک نسخہ خرید کر مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں گے اور اس میں بیان کردہ معارف سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ اور اس کے مؤلف مولانا عبد اللطیف صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ کم از کم اس رنگ میں باقی دو سورتوں یعنی سورۃ کہف اور سورۃ مریم کی بھی تفسیر لکھیں تا جس امر کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے نوٹوں میں اشارہ پایا جاتا ہے وہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں:-

" سورۂ بنی اسرائیل اور کہف اور مریم کے ربط کا لحاظ رکھو تو معلوم ہو۔ کہ ابتدائے اسلام سے انتہا تک جو کچھ گذرنے والا تھا سب مفصّل بتا دیا گیا"

اللہ تعالیٰ مؤلف دستور الارتقاء کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور

اسی سلسلہ میں انہیں بقیہ دو سورتوں کی تفسیر کرنے کی بھی توفیق دے آمین۔"

۵۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ مبلغ امریکہ و انگلستان فرماتے ہیں۔ کہ

"دستور الارتقاء جو سورۃ بنی اسرائیل کی لطیف تفسیر ہے مولانا عبداللطیف صاحب کی فاضلانہ تصنیف ہے اور اپنے علمی لطائف کے باعث اس قابل ہے کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس کا مطالعہ کیا جائے اس کے پڑھنے سے فاضل مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے آپ نے اس تفسیر میں جا بجا روحانی فلسفہ کو عالمانہ اور معقولی رنگ میں پیش کیا ہے جس سے ایمان میں ترقی اور یقین میں زیادتی ہوتی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر کو چھ باب میں تقسیم کیا ہے۔ مقام محمود کی تفسیر اور معراج کی تشریح میں خاص نکات معرفت بیان کئے ہیں۔ توریت اور انجیل کی پیشگوئیاں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے پوری ہوئیں ان کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کتاب مجموعہ علوم مناظرہ ہے۔ میں مولوی صاحب کو اس تصنیف پر مبارکباد کہتا ہوں یہ کتاب اس قابل ہے کہ احباب خرید کر کے اپنے اپنے شہروں کے علماء کو پڑھنے کیلئے دیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔"

۶۔ محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان فرماتے ہیں:۔

"تالیف قرآن کریم کی خدمت کا قابلِ قدر نمونہ ہے۔ اور اس زمانہ کے علمی خزانے جو قرآنی علوم و حقائق کی تشریحات میں رونما ہو رہے ہیں دستور الارتقاء ان کی روشن مثال ہے۔" (الفضل ۱۷ فروری ۱۹۴۳ء صفحہ ۔۔)

سندِ تعلیم و خلافتِ کبریٰ

(عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) گذشتہ نظامِ تعلیم عمومی و خصوصی (یا فرائض مکتوبہ و نوافل مندوبہ) وہ بابرکت نظام ہے جس کے صلہ میں آپ کو مقامِ محمود (خلافت کبریٰ) کا عظیم الشان مرتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

مقامِ محمود کی تفسیر

مقامِ محمود کی تفسیر میں متعدد[1] صحابہ سے منقول ہے۔ کہ اس سے مُراد وہ رُتبہ شفاعت ہے جبکہ قیامت کے ہولناک میدان میں لوگ گھبرا کر ایک شفیع کی تلاش میں نکلیں گے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر مختلف نبیوں کے پاس سے گذرتے ہوئے آخر میں ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچکر خواستگارِ شفاعت ہوں گے۔ اس وقت آپ کمال عبودیت سے دربارِ الٰہی میں سر بسجود ہو کر اذن شفاعت طلب کرینگے جس پر اجازت ہو گی۔

حضرت انسؓ شفاعت کے تمام واقعات بیان فرمانے کے بعد آیت بالا تلاوت کر کے فرماتے ہیں:۔ ھٰذا المقام المحمود الذی وعدہ نبیکم (بخاری)

یہ روایات صحیح و حق ہیں۔ جن پر حرف گیری کرنا منافی ایمان ہے۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ لیکن چونکہ قلب بیقرار سے کبھی کبھی صدائے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ کی بھی اٹھتی ہے۔ اس لئے ازدیادِ بصیرت اور طمانیت خاطر کے لئے ضروری ہے کہ اس امر پر بھی غور کی جائے کہ عالمِ آخرت چونکہ عالمِ دُنیا کے نتائج و آثار کا در اصل مرقع ہے۔ اس لئے جو کچھ وہاں پایا جائے گا۔ حقیقت میں یہاں کے اعمال و مساعی کے حقائق کا ہی ظہور ہو گا۔ بنا بریں آخرت کا مقامِ شفاعت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسی عالمِ دُنیا کے کسی خاص مقام

---

[1] تفسیر درمنثور میں یہ تفسیر صحابۂ ذیل سے مروی ہے۔ ابن عباس[1]۔ ابن عمر[2]۔ ابی ہریرۃ[3]۔ سعد[4] بن ابی وقاص۔ کعب[5] بن مالک۔ حذیفہ[6] بن الیمان۔ ابی سعید[7] خدری۔ جابر[8] بن عبد اللہ۔ عبد اللہ[9] بن مسعود۔ سلمان[10] فارسی ۱۲ مؤلف

اور رتبہ کا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ پس مقامِ محمود کی ایک ایسی تفسیر بھی تلاش کی جائے جو اسی عالم میں آپ کے مقامِ محمود پر روشنی ڈالتی ہو[1] اور آپ کی بعثت کے امتیازی مرتبہ کا پتہ بتاتی ہو۔ اس کے لئے ہمیں قرآن مجید ہی میں غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس مسئلہ کی عقدہ کشائی کی امید اسی سے وابستہ ہے۔ فرقانِ حمید کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی تفسیر آپ ہی کر دیتا ہے۔ کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ہود: ۱) قبل اس کے کہ ان آیات کو لکھا جائے۔ جو مقامِ محمود کی تفسیر میں دخیل ہیں۔ ایک مقدمہ ملحوظ نظر رکھ لینا چاہیئے۔

مقدمہ

ہر ایک نبی کی بعثت علاوہ مقاصد عامہ مشترکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے ایک خاص مقصد اور خاص تحریک کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جو اسی کا مقام[2] کہلاتا ہے۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھکر وحی نازل کی جاتی اور تعلیم شرائع دی جاتی ہے پس اسکی شریعت کے حدود اس حد تک محدود ہوتے ہیں۔ جہاں تک اس کے مقصد بعثت کا تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نبی کی بعثت کا مقصد ایک خاص قوم کی اصلاح کرنا ہے۔ تو اس کے قوانین شرائع میں اس قوم کی طبائع فطری اور خصوصیات تمدنی کا لحاظ ہوگا۔ اور اس کی تعلیم میں زیادہ تر ان نقائص و جرائم کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ جو اس قوم میں عام اور شائع ہیں۔ پس مختلف حیثیات اقوام کی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں بھی مختلف مناصب نظر آتے ہیں۔ کسی کا نصب العین محض اس قوم کی اخلاقی حالت کی اصلاح ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور کسی کا روئے سخن قوم کے تعلقات تمدنی و معاشرتی کی طرف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت صالح و لوط علیہما السلام۔ اور کسی کا پولیٹکل تحریکات میں حصہ لینا بھی فرض منصبی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و داؤد و سلیمان

---

[1] واضح ہو کہ یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی افاضات سے ہے۔ جو کمترین پر بذریعہ رؤیا منکشف ہوا۔ مفصل حال کتاب کی ابتدا میں دیکھئے ۱۲ مؤلف

[2] اس کی طرف قرآن حکیم میں یوں اشارہ ہے۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ (الصافات)

علیہم السلام - انبیاء علیہم السلام کے ان مختلف مقامات کی تفصیل اور ان کے باہمی امتیازات اور خصائص تشریع کی تفصیل آپ کو سورۂ اعراف - ہود - نمل اور عنکبوت وغیرہ میں ملے گی۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کی ترقی دفعۃً نہیں ہوئی - بلکہ موافق قانونِ فطرت وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ تدریجاً[1] ہوئی - اس لئے جوں جوں ترقی عالم ہوتی گئی، تعلیم وحی بھی اسی انداز پر پیش ہوتی گئی - یہاں تک کہ ترقی عالم کا وہ دَور بھی آیا جبکہ تمام اقوام کی طبیعت ایک ایسے مرکز اعتدال پر پہنچ چکی تھی۔ کہ مشرق و مغرب کے حدود امتیازی کو توڑ کر ایک ہی مرکز (قبلہ) پر مجتمع ہو جائے اور ایک ہی معلم (نبی) کی شاگردی میں آکر ایک ہی قانون (شریعت) کا پابند بن جائے - اس وقت وہ نبی القبلتین - جامع الشرائع - خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتا ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے فیض عام کا یوں اعلان کرتا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۔ (الاعراف)	کہدو - لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ۔ (السباء)	اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔ (الانبیاء، ۱۰۷)	اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پس اس وقت چونکہ ضرورت زمانہ ایسے رسول کے مبعوث ہونیکی مقتضی تھی جسکی بعثت کا مقصد دعوت عامہ یعنی تمام دنیا کو پیغام الٰہی پہنچانا ہو - اس لئے اس موضوع کو مدّنظر رکھکر آپ کی طرف جو وحی بھیجی گئی وہ جامع - عالمگیر اور تمام مراتب ترقی کو حاوی ہے - یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد سلسلۂ تشریع بند ہوا۔

پس آپ کی بعثت کے مقصد کا ایک درجہ تو یہ ہوا کہ آپ کے ذریعہ عالمگیر سلسلہ

---

[1] عالم کی تدریجی ترقی کو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ آٹھ دوروں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ دیکھو تفہیمات الٰہیہ ص ۲۴۱ و ۲۴۲

دعوۃ الحق قائم کرکے تمام اقوامِ عالم کو پیغامِ الٰہی پہنچایا جائے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس قانونِ الٰہی اور دینِ حق کے ذریعہ جو آپ کو دیا جائے۔ دُنیا کے تمام مذاہب کو مغلوب و مقہور کرکے اقوامِ عالم کو گرویدہ قانونِ الٰہی اور مسخر ناموسِ حق بنایا جائے اسی موضوع پر آیت ذیل روشنی ڈالتی ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ	اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو قانون
بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ	ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔
عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ	تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔
الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصف: ۹)	اگرچہ مشرک بُرا منائیں۔

پس آپ کے مقصد بعثت کے یہ دو اصول اساسی ہیں جن کی تکمیل کے لئے ایک تیسرے اصل کی ضرورت ہے یعنی اتمام شریعت اور تکمیل دین۔ کیونکہ جو مذہب مکمل اور تام نہیں۔ وہ عالمگیر اشاعت کا فخر اور قبولیت عامہ کا شرف نہیں پاسکتا اور نہ ہی اس میں ایسی قوت و شوکت ہوتی ہے جس سے وہ مذاہب عالم پر اپنی فتح و اقتدار کا سکہ بٹھا سکے۔ اس لئے اس مقام کمال کے حاصل ہونے کی بشارت بھی ابتدائی دورِ وحی میں دے دی گئی تھی (سورۂ ضحیٰ و انشراح ملاحظہ ہو)

اور تحویلِ قبلہ کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی مومنین کو اس نعمت عظمیٰ کی بشارت کا منتظر بنایا گیا تھا۔ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ (البقرہ: ۱۵۱) یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے روز بشارتِ ذیل کا اعلان فرما کر تشنہ لبانِ اشتیاق کی پیاس بجھادی گئی۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ	آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ	کردیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے
وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ (المائدہ:۳)	لئے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

پس آپؐ کی بعثت کے ان تین مقاصد کو ملحوظ رکھنے سے مقام محمود کی تفسیر اور اسکی حقیقت کا انشراح ہوجاتا ہے جس کو ہم نے دوسرے لفظوں میں خلافت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے۔

اگرچہ یہ مقام آپؐ کی بعثت کے ساتھ ہی وابستہ تھا۔ اور

حقیقتِ محمدیہ[1] میں یہ مقام اس طرح مندرج تھا جس طرح بیج میں درخت اور اس کے برگ و بار اور شاخ دگل کی حقیقت مندمج ہوتی ہے۔ لیکن اسباب ظاہرہ کی رُو سے آپ کو اس مقام پر پہنچنے کے لئے ارتقاء کے چند تدریجی مراحل طے کرنے ضروری تھے لہٰذا اس کے حصول کے لئے بھی آپ کو زمانہ کے کچھ دَور چاہیئے تھے۔

چنانچہ ایک دَور آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا وہ تھا جب آپؐ مکہ میں تشریف فرما تھے۔ اور نہایت ہی سخت مصائب و مہالک میں مبتلا۔ اس وقت نہ تو آزادی تھی۔ کہ اپنے فرائض کو کھلے طور پر ادا فرما سکیں۔ نہ بظاہر اسباب کامیابی نظر آتے تھے جن کے ذریعہ آزادی و فتح حاصل کرکے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکیں اس وقت یہ آیت عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اُتری۔ اور آپؐ کے شاندار مستقبل کی بشارت دیتی ہے۔

اب اس کے بعد دوسرا دَور مدنی زندگی کا شروع ہوتا ہے۔ جبکہ آپ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ میں وہ شاندار داخلہ فرماتے ہیں جس کی پیشگوئی صحفِ اولیٰ میں یُوں تھی:۔

> "خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو۔ اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک اور ان کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثناخوانی کریں گے" (یسعیاہ - ۴۲: ۱تا۱۴)

اس میں یہ فقرہ قابلِ غور ہے "سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے" سلع مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (دیکھو معجم البلدان اور صحیح مسلم باب الاستسقاء) اور اس پیشگوئی

[1] بلکہ آپ کا اسم مبارک ہی اس مقام کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور تاریخ میں ہے کہ آپکے دادا عبدالمطلب سے جب لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا تو جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے۔ (تاریخ ابوالفداء مصنّف) ۱۲ مؤلف

کی تصدیق اس وقت ہوئی جبکہ آپ کے استقبال کے لئے مدینہ کے لوگ شہر سے باہر نکل کر اور پردہ نشین خواتین اور لڑکیاں مکانوں کی چھتوں پر چڑھکر ولولۂ اشتیاق و محبت میں یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع — وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا۔

وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع — ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جبتک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔[1]

یہ آپؐ کے مقام محمود کا پہلا نظارہ ہے جبکہ حکومت مدینہ کی زمام (جو آپ سے پہلے ایک تاجدار کے نام سے منسوب ہو چکی تھی اور جس کے لئے ایک تاج زرین بھی تیار ہو چکا تھا۔ بالآخر اسے چاک کر کے) شاہِ کونین کے ہاتھ آ کر دنیاوی ملوکیت کی بجائے اس خدائی بادشاہت (خلافت الٰہیہ) کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام یوں فرما گئے تھے۔

"کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لیجاوے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جاوے گی" (متی ۲۱: ۴۲، ۴۳)

یہ پتھر اس قصر خلافت الٰہیہ کی آخری[2] اینٹ ہے جس کی بنیاد بانی ملت حنیف نے وَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ میں رکھی تھی۔ اس معمار کے فرزندوں (قریش) نے اس پتھر کو (جو کچھ عرصہ کے بعد پہاڑ[3] بن جانے والا تھا) قائم نہ ہونے دیا۔ یہانتک

---

[1] بخاری باب السلام علی جماعتہ فیھا المسلم والکافر۔ [2] بخاری باب خاتم النبیین۔ ۱۲ مؤلف

[3] یہ اس خواب کی طرف اشارہ ہے جو بخت نصر شاہ بابل نے اپنے عہد سلطنت میں دیکھا تھا۔ کہ ایک پتھر بغیر اسکے کہ کوئی اسے ہاتھ سے کاٹ کر نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے ایک مورت کو مارا اور پھر ایک پہاڑ بن گیا۔ اور تمام زمین کو بھر دیا۔" (دانیال ۲: ۳۲ تا ۳۵) بادشاہ اس خواب کی تعبیر دانیال علیہ السلام سے پوچھتا ہے۔ جس کی تعبیر وہ یوں بتاتے ہیں کہ "یہ پتھر ایک آسمانی سلطنت ہے جسے خدا برپا کرے گا۔ جو تا ابد نیست نہ ہوگی۔ اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی۔ اور تا ابد قائم رہے گی" (دانیال ۲: ۳۶ تا ۴۵)

کہ اس کی بنیاد یعنی دار الخلافۃ الالٰہیہ بننے کا شرف اس شہر (مدینہ) نے لے لیا جو حجاز کے سرے کا کونہ ہے۔ مگر چونکہ اس میں ایک زبردست قوم (یہود) بھی رہتی تھی۔ جن کی مذہبی و سیاسی طاقت کا سکہ وہاں کے لوگوں میں جما ہوا تھا۔ اور ان کی علمیت کا شہرہ بھی ان بیوت المدراس کی وجہ سے پھیلا ہوا تھا۔ جن کے اندر فرزندانِ انصار نے بھی زانوئے شاگردی خم کیا ہوا تھا۔ ان کی سیاسی قوتوں کا پتہ اُن قلعوں سے چلتا ہے جو مدینہ سے شام تک متصل تعمیر کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ قریظہ۔ نضیر۔ قینقاع۔ خیبر۔ فدک۔ تیماء۔ وادی القریٰ وغیرہ ان کی بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں۔ اس لئے خوف تھا کہ کہیں وہ اس قصرِ خلافت کی تعمیر میں حائل نہ ہوں اور قدیمی استحقاق کی بناء پر جو انہیں پہلے سے حاصل تھا۔ جس کی یاد قرآن حکیم بھی انہیں یوں دلاتا ہے۔ یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدہ: ۲۱) اس پر قبضہ نہ جمائیں۔ اس لئے اس شبہ کا دفعیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیشگوئی میں یوں فرماتے ہیں:۔

"کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی۔ اور اس قوم کو جو اسکے پھل لائے دے دی جائیگی۔" (متی ۲۱ / ۴۳)

اس میں خبر دیتے ہیں۔ کہ اس وقت اس قوم سے بداخلاقی اور دین فروشی کے باعث روحانی جذبات اور فاتحانہ برکات ایسے گم ہو جائیں گے کہ انہیں خلافت الٰہیہ کے حاصل کرنے کی توفیق ہی نہیں مل سکے گی۔ اگر کہیں اس کی کوشش بھی کریں گے۔ تو منہ کے بل گریں گے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم یہود آپ کے ورودِ مسعود سے اس قدر مرعوب ہوئی۔ کہ باوجود علمی شہرہ اور سیاسی قوتوں کے اس مٹھی بھر اُمّی قوم کی (جو نہ جمعیت قومی رکھتی تھی اور نہ قوت سیاسی) آزادی کو تسلیم کرتی اور ان کی حکومت و سیاست کو مان لیتی ہے۔ چنانچہ وہ اسی وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معاہدۂ صلح کر لیتے ہیں۔

یہ ہے آپ کے مقامِ محمود کا پہلا منظر۔ جس کے پڑھنے اور سننے سے اربابِ حق آپ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے حمد و تعریف سے صدائے آفرین و تحسین بلند کرتے رہیں گے۔

مقام محمودؐ کی دوسری منزل

وہ ہے جبکہ صنادید قریش حاملین خلافت الٰہیہ کی مٹھی بھر جماعت کے استیصال کرنے کے لئے بدر کے میدان میں آکر اُترتے ہیں۔ اس وقت اگر اس قوم کی بجائے کوئی دوسری قوم مادیت کی پرستار ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ان کے مقابلہ کا عزم کر سکتی مگر یہاں تو ایک ایسی بےنظیر مخفی طاقت تھی جس کی برقی رَو کا خزانہ مقام محمود کا وہ مجسمہ تھا جس کی صحف اولیٰ میں بھی خبر دے دی گئی تھی۔

"خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُکسائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا" (یسعیاہ ۴۲ : ۱۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یوں فرما گئے:۔

"جو اس پتھر پر گرے گا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر وہ جس پر گرے گا اسے پیس ڈالے گا" (متی ۲۱ : ۴۴)

پس نتیجہ کیا نکلا؟ وہی جس کو دنیا جانتی ہے۔ تمام اہلِ مکہ کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ یہ اس وعدہ کی تصدیق ہے جس کا اعلان حسب ذیل مختلف پیرایوں میں مکہ والوں کو مدتوں سے کیا جا رہا تھا۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (الانبیاء : ۱)	لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر)	عذاب کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔
أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ (النحل)	اللہ کا حکم آگیا اسے جلدی مت چاہو۔
فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (الطارق)	پس تو کافروں کو تھوڑی ہی مہلت دے۔
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ۝ وَّأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ	تو ان سے ایک وقت تک منہ پھیرلے۔ اور انکو دیکھتا رہ۔ وہ بھی عنقریب دیکھ لینگے۔ تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں سو جب وہ انکے صحنوں

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ۔ (الصافات : ۱۷۷)	پس اُتریگا توان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہو گی۔
قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۔ (الانعام : ۱۵۹)	کہدو تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنیوالے ہیں۔
فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۔ (یونس ۲)	پس تم انتظار کرو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں ہوں۔
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۔ (السجدہ : ۲۲)	ہم یقیناً مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔
فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۔ (الزخرف : ۴۱)	پھر اگر ہم تجھے لے جائیں تو ہم ضرور انہیں سزا دینے والے ہیں۔
یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۔ (الدخان : ۱۶)	جس دن ہم سخت گرفت سے پکڑیں گے۔ ہم ضرور ہی سزا دینے والے ہونگے۔
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ (المؤمن ۔ ۷۷)	پس صبر کر کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰی ۔ (طٰہٰ)	کہدو سب انتظار کر رہے ہیں پس تم بھی انتظار کرو۔ اور عنقریب تم جان لوگے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں اور کون ہدایت پر ہیں۔

یہ وہ دن تھا جس میں حق و باطل کا امتیاز واضح ہو گیا۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اس کا نام یَوْمُ الْفُرْقَانِ آیا ہے۔ (الانفال : ۴۱)

مقامِ محمود کی تیسری منزل

اب تک تو یہ امتیاز و فرقان کفّار و مشرکین قریش سے ہوا۔ اب وہ دور شروع ہوتا ہے۔ جبکہ اہلِ کتاب مدعیانِ خلافت الٰہیہ و تقرب الی اللہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کے امتیاز اور ان کی قلعی کھولنے اور حضرت مسیح کی پیشگوئی ذیل۔

"خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لاوے دی جاوے گی۔" (متی ۲۱/۴۳)

کے پورا ہونے اور ان پر اتمامِ حجت کے لئے مقامِ محمود کی تیسری منزل شروع ہوتی ہوتی ہے جس کی طرف سورۂ بیّنہ میں اشارہ ملتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ	اہل کتاب کافر اور مشرک جُدا ہونے والے نہ تھے۔ ....

حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ	یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔
مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ	یعنی اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے
فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ؕ (البینۃ: ۱تا۳)	پڑھے جن میں مضبوط کتابیں ہوں۔

مدینہ میں یہود کے تین قبائل تھے۔ قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مدینہ کے وقت معاہدۂ صلح پر دستخط کر دیئے تھے۔ بدر کی فتح سے انہیں اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسلام طاقت پکڑ کر ہماری رہی سہی سیاسی قوت کا تختہ نہ الٹ دے۔ اب انہوں نے بھی شرارتوں کا آغاز کیا۔ اور اپنی طاقت کے بھروسے نبرد آزمائی کرنے لگے۔ سب سے پہلے قینقاع نے جو سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا۔ معاہدۂ صلح کی عہد شکنی کرکے اعلان جنگ کیا اور بڑے فخر و غرور سے اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر یوں اترانے لگے۔ کہ ہم قریش کی طرح نہیں۔ ہمارے ساتھ جب مسلمانوں کا واسطہ پڑے گا تو ہم دکھا دینگے کہ لڑائی کس چیز کا نام ہے"۔ ذات رحمۃ للعالمین نے پہلے تو انہیں نرمی سے سمجھایا مگر جب نرمی سے مطلب براری نہ ہوئی۔ تو مجبوراً مسلمانوں کو تلوار نیام سے نکالنی پڑی یہود باوجود اس اِدّعاء کے قلعہ بند ہوگئے۔ ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد آخر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہوگئے۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں سرزمین شام کیطرف جلاوطنی کا فیصلہ سنایا۔ اس عبرتناک واقعہ کا تذکرہ سورۂ حشر میں ملتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد نضیر بھی اس شرارت میں بڑھے۔ آخر وہ بھی ۱۵ دن محاصرہ کے بعد جلاوطنی پر راضی ہوئے۔ اس کے بعد ان جلاوطن شدہ اشخاص کی شرارت سے جنگِ احزاب کا واقعہ پیش آتا ہے۔ جس میں یہود کا تیسرا گروہ (قریظہ) جو اَب تک شرارتوں سے الگ تھلگ اور معاہدۂ صلح پر قائم تھا۔ حالاتِ زمانہ کو دیکھ کر محاربین سے ملکر برسرِ پیکار آجاتا ہے۔ اس وقت اسلام کے مقابلہ میں ۱۰ ہزار فوج کا طوفانِ عظیم مدینہ کے گرد امنڈ آتا ہے جب اس طوفانِ عظیم کا مسلمان نظارہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس سے مرعوب ہوتے۔ ان کی ایمانی قوت ترقی پاتی اور روحانی برق تیز ہوجاتی ہے اس لئے کہ اس کی تہ میں انہیں مقامِ محمود کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ	جب مومنوں نے مختلف جماعتوں کو دیکھا

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب : ۲۲)

تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا وعدہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا۔ اور اللہ اور رسول نے سچ کہا۔ اور اس نے تو انکے ایمان اور اطاعت کے جذبہ کو اور بھی بڑھا دیا۔

اس وقت مسلمان جو ظاہری و مادی حیثیت سے فاقد الاسباب تھے اُنکی قوتِ ایمانی اسلحہ روحانی سے مسلح ہو کر توکلاً علی اللہ سینہ سپر بنجاتی ہے جنکی کمک میں روحانی افواج نازل ہو کر ٹڈی دل طوفان کو اڑا دیتی ہیں۔ اسی نعمت کی یاد قرآن مجید یوں دلاتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ (الاحزاب ۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی جبکہ تم پر لشکر آپہنچے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

غزوہ احزاب سے فراغت پانے کے بعد اب وقت تھا کہ اس تیسرے گروہ (قریظہ) کو بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھایا جائے۔ چنانچہ ابھی ہتھیار بھی نہیں کھولنے پائے تھے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ قریظہ کی طرف بڑھیں۔ باوجود کثرت سامان حرب و قلعہ جات کے یہ قوم بھی اس قوتِ حق کا کھلے میدان میں مقابلہ نہ کر سکی۔ اور قلعہ بند ہو گئی۔ تقریباً ایک مہینہ محاصرہ رہنے کے بعد آخر اس نے بھی سپر ڈال دی۔ اور عجیب اتفاق یہ کہ بجائے درخواست عفو کے سعد بن معاذ کے فیصلہ پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے تورات (استثناء ۲۰ : ۱۰) کے مطابق فیصلہ قتل سنایا۔ اس کے بعد بھی کچھ تھوڑی بہت شرارتیں یہود کی ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ فتح خیبر نے انکی تمام سیاسی قوتوں کا خاتمہ کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ فالحمد للہ الذی صدق وعدہ وھزم الاحزاب وحدہٗ۔

سلہ اس موقعہ پر ملعون فتنہ حیی بن اخطب کا فقرہ بھی قابلِ غور ہے جو حضرت مسیح کی پیشگوئی کی تصدیق کر رہا ہے۔
"اے لوگو! کوئی فکر نہیں۔ یہ اللہ کے حکم سے ہے یہ جنگ لکھی ہوئی اور مقدر تھی۔ جسے اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا" (سیرۃ ابن ہشام) یعنی اس جنگ کا ذکر پہلے ہی سے کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ ۱۲ مؤلف۔

یہ مقامِ محمود کی تیسری منزل ہے جس میں اسلام نے اپنی قوت وشوکت کا سکہ اہلِ کتاب کے قلوب پر بٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی ذیل پر مہرِ تصدیق ثبت فرما دی۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی بھائیوں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اس کی طرف کان دھریو اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔" (استثناء ۱۸: ۱۵ و ۱۸ و ۱۹)

مقامِ محمود کی چوتھی منزل

اس کے بعد آپ کے مقامِ محمود کا وہ شاندار موقع صلح حدیبیہ کا پیش آتا ہے جس میں عرب کی مرکزی جماعت آپ کی آزادی کو تسلیم کر لیتی ہے ظاہر بین نگاہوں میں تو یہ معمولی بات تھی مگر حقیقت شناس طبائع سمجھ گئی تھیں کہ یہی کامیابی کا وہ شاندار موقع ہے جس کو فتح مبین کہا جا سکتا ہے۔ اسی کی تصدیق میں بشارت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ اور پھر آئندہ کے واقعات بھی ثابت کر دیتے ہیں کہ واقعی یہ ایسی شاندار فتح[1] تھی جس کی بدولت اسلام کی نورانی شعاعیں

---

[1] اس فتح کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس صلح سے پہلے ۱۹ سال (۱۳ سال مکہ میں اور ۶ سال مدینہ) میں جس قدر لوگ اسلام لائے تھے ان کی تعداد کا مقابلہ اگر اس تعداد سے کیا جائے جو اس صلح سے صرف دو برس میں اضافہ ہوا۔ تو بہت بڑا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر تو صرف دو ہزار شخص نظر آتے ہیں۔ لیکن دو برس کے بعد جب فتح مکہ کے لئے مسلمان نکلتے ہیں تو دس ہزار مسلمانوں کا جمِّ غفیر دکھائی دیتا ہے پھر اس سے دو سال بعد جب حجۃ الوداع پر نظر ڈالتے ہیں تو شمع توحید کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانے اُڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے شاندار نتائج کے متعلق ایک غیر مسلم کی رائے بھی سن لیجیے۔ پادری مارس سیل (Morris Sale) پی۔ ایچ ڈی لکھتا ہے:-

"اسلام کی جنگی اور سیاسی فتوحات کی فہرست میں ایک ابتدائی اور شاید سب سے بڑی فتح کا ذکر اکثر نظر انداز ہو جاتا ہے۔ مسلمان اہلِ قلم اوّل تو اس کی اہمیت ہی نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو اسکی قدر و قیمت کچھ زیادہ نہیں لگاتے۔ یہ فتحمندی زور و قوت کی نہیں ضبط و احتیاط کی تھی ..... میری مراد مکہ کے سرحدی مقام حدیبیہ کی صلح سے ہے جہاں محمدؐ اور قریش کے درمیان قوت ارادی کی ٹکر تھی

اندرونِ عرب کے گوشہ گوشہ میں اور بیرونِ عرب کے دُور دُور علاقوں تک اپنی ضیا پاشیاں کرنے لگیں۔ اس وقت جب آپؐ کو صلح و امن کی وجہ سے اپنے مقصد کی کامیابی اور دستورِ ارتقاء کی اشاعت کا موقع مل جاتا ہے۔ تو آپ مبلغین کی جماعت کو تمام اندرونِ عرب میں پھیلا دیتے ہیں اور بیرونِ عرب میں سلاطین عجم کو دعوتِ اسلام کے پیغام بھیجتے ہیں۔ اور دنیا کو حقیقی امن و صلح کے اصول مقدسہ اور انسانی زندگی کے بہترین قوانین ارتقاء سے روشناس فرماتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمود کی چوتھی منزل ہے۔

مقامِ محمود کی پانچویں منزل

لیکن اب تک چونکہ مرکزِ توحید دارالخلافۃ الالٰہیہ (مکہ) آزاد نہیں ہوا تھا۔ لہذا آپ کو مقامِ محمود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لئے ابھی ترقی کے اور مرحلے بھی باقی تھے جن کی طرف سورہ فتح میں وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ کے ذریعہ اشارہ فرمایا گیا تھا

پیغمبرِ اسلام صفحہ ۱۴۸: ...... بالآخر مکہ والوں نے مصالحت کی شرطیں پیش کیں۔ ...... محمدؐ نے یہ شرائط منظور کر لئے۔ پیمبر کے سیرت نویس ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اسلام کو کوئی فتح اس صلح سے بڑھکر اس سے قبل حاصل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ جنگ موقوف ہو گئی تھی اور لوگ گفتگو و مباحثہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ جس میں کچھ بھی عقل کا حصہ تھا وہ اسلام قبول کر لیتا تھا۔ خود قرآن نے (سورہ فتح آیت ۲۶) جاہلیت کے استکبار۔ وحشت و درندگی کا تقابل اس صلح حدیبیہ کے سلسلے میں صبر و سکینت و تقویٰ الٰہی سے کیا ہے۔"

آخر میں پادری صاحب رقمطراز ہیں:۔

"ہم جس چیز کی داد صلح حدیبیہ میں دیتے ہیں وہ فریقین کی مصالحت جوئی ہے۔ (حالانکہ مصالحت جوئی کا اظہار صرف ذاتِ پیغمبر برحق سے ہوا تھا نہ کہ فریقین سے) اور یہ تعلیم یسوع کا اگر مغز نہیں تو اور کیا ہے ...... اور ایسے کردار سے بڑھ کر کون شہزادۂ امن کے پیمبرانہ لقب کا مستحق ہوا ہے یسوع کا قول ہے کہ صلح کرانے والے فرزندانِ خدا ہیں۔"

(رسالہ مسلم ورلڈ امریکہ اکتوبر ۱۸۹۶ء)

جس میں گویا یہ بتایا گیا تھا کہ یہ فتح مبین آپ کے اس رتبہ عالیہ کا ذریعہ اور پیش خیمہ ہے۔ جس کو اتمام نعمت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو مستقبل میں ترقی کا وہ شاندار موقع بھی میسر آنیوالا ہے۔ جبکہ آپ پر اتمام نعمت کیا جاوے گا چنانچہ اس کے بعد آپ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جبکہ آپ مرکز اسلام (مکہ مکرمہ) میں دس ہزار قدوسیوں سمیت فاتحانہ داخلہ فرما کر تمام ملک عرب کو لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا شاندار نظارہ کراتے ہیں اور اہل کتاب کی چشم بصیرت کھولنے کے لئے کتب سابقہ کی اس پیشگوئی پر مہر تصدیق ثبت فرماتے ہیں جس کا ذکر تورات میں یوں کیا گیا تھا۔

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" (استثناء ۳۳: ۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس پیشگوئی کی یاد اس طرح تازہ فرماتے ہیں:۔

"دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہے۔" (غزل الغزلات ۵: ۱۰)

یہ آپ کے مقام محمود کا پانچواں نظارہ ہے جس کی آپ کو پہلے ہی سے مکہ میں بشارت دی گئی تھی۔ اور اس عظیم الشان فتح کی گھڑی کا منتظر بنایا گیا تھا۔ جس کی عرصہ دراز سے اصحاب صحف اُولیٰ کو بھی انتظار تھی۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ	کہدو فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان
كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ	سود مند نہ ہوگا۔ اور نہ انہیں مہلت دیجائیگی
فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ	سو تو اُن سے منہ پھیرلے اور انتظار کر وہ
مُنْتَظِرُونَ (السجدہ ۲۹، ۳۰)	بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے پر آپ کی بشارت کیلئے ایک پوری سورۃ (سورۃ النصر) نازل ہوتی ہے جسمیں آپکو پھر ایک مہتم بالشان[1] کام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

---

[1] یعنی نظام صلح کے قائم رکھنے کی تعلیم دی جاتی اور اس کا دستور پیش کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ فاتح قوم کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے۔ اس کی تفصیل حضرت نے اپنے ایک مضمون تفسیر سورۃ النصر میں کی ہے اس کے لئے آپ رسالہ "مضامین لطیفہ" ملاحظہ فرمایئے جو چھپ چکا ہے

مقامِ محمود کی چھٹی منزل

یہ آپ کے مقامِ محمود کا اگرچہ اعلیٰ منظر تھا لیکن وہ عظیم الشان کام جو آپ کے ذمے عائد
کیا گیا تھا۔ یعنی لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ کا نظارہ تمام دُنیا کو کرانا عمرِ طبعی کے
لحاظ سے آپ کی زندگی میں پورا ہونا محال تھا۔ لہذا اس کی تکمیل کی بہترین صورت یہ ہونی
چاہیئے۔ کہ آپ اپنے خدام کو اس کام کے لئے تیار کریں۔ اور تکمیل مقصد کے لئے انہیں
ایسے اصول بتائیں جن کے ذریعہ وہ آپ کے منصب پر کھڑے ہوکر آپ کے کام کو پایۂ
تکمیل تک پہنچائیں۔ اس وقت ان کی سرانجامی درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی ہی سرانجامی ہوگی۔ اور آپ ہی کے کمالات کا وہ شاندار نظارہ ہوگا۔ چنانچہ اس کام
کی تکمیل کے لئے فتح مکّہ کے بعد آپ کی زندگی کا وہ شاندار دَور شروع ہوتا ہے جبکہ آپ
اپنے مقصد بعثت کی تکمیل کے لئے اور تمام اقوام عالم میں اشاعت و تبلیغ اور تمام ادیان
پر اعلاء کلمۃ اللہ کرنے کی احسن تدبیر بتانے کے لئے تمام مسلم قبائل عرب بلکہ امتِ مسلمہ
کے جمیع نمائندوں کو دعوت دے کر آخرین دَور زندگی میں وہ آخری عبادت جو سلوک
تشریع کا آخری مقام اور خاتم منازل ہے جس کو شریعت حج کے نام سے موسوم کرتی
ہے ادا فرماتے ہیں۔

حج کے اسی فلسفہ کی طرف سورۂ حج میں یوں اشارہ فرمایا ہے۔ وَاَذِّنْ فِي
النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ یعنی حج کے ذریعہ قوموں میں تبلیغ کرو۔ کیونکہ یہی حج اشاعت و تبلیغ
دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی کی وساطت سے تمام عالم میں اشاعت و تبلیغ کا سلسلہ قائم
کیا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس دینِ الٰہی کی پکار پر اطرافِ عالم سے لوگ لبیک
کہتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ
عَمِيْقٍ (الحج: ۲۸) اسی حج میں سرفروشانِ ملت اور خواصِ امتِ مسلمہ کا اجتماعِ ملّی
اس لئے بھی ہوتا ہے کہ بعد اختتامِ مناسکِ حج جذباتِ ملّیہ سے لبریز ہوکر اس
فرضِ الٰہی کو انجام دیں جس کی طرف یوں توجہ دلائی گئی ہے فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ: ۲۰۰) یعنی دُنیا
میں ذکر الٰہی کا غلغلہ بلند کریں۔ اور ہر ایک قسم کی مجالس و مجامع میں ذکر اللہ کو ملحوظ

اور نصب العین رکھیں اسی حج میں تمام امت مسلمہ کے نظام اجتماعی کا وہ راز مضمر ہے جس کا مقابلہ دنیا کی نہ کوئی قومی کانفرنس کر سکتی ہے اور نہ کوئی مذہبی مجلس۔

پس یہ حج آپ کے مقام محمود کا وہ آخری نظارہ تھا جو آخرین دور حیات میں ہوا اُس وقت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی بشارت نازل ہوتی ہے اور مقام محمود کے ان مجمل اشارات کی جو بشارات سابقہ میں تھے تفصیل و توضیح فرما دیتی ہے۔ یہ مقام تکمیلِ دین رتبہ خلافت کبریٰ کو مستلزم ہے۔ کیونکہ تکمیل دین کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنی سطوت و شوکت کا سکہ ناقص ادیان پر بٹھائے۔ اور ملتِ حقہ کا فطری تقاضا ہے کہ ملل باطلہ کا فنا و استیصال کرے۔

یہ مقام (تکمیل دین) افضل الرسل کا خصوصی مقام ہے جس پر انبیائے سابقین فائز نہیں ہو سکے۔ بلکہ اپنے بعد اس نبی کے آنے کی خبر دے گئے۔ اور اپنی شریعت کو غیر مکمل کہکر ایک مکمل اور جامع شریعت کا منتظر بنا گئے ہیں۔ جیسا کہ مطالعہ بائبل سے واضح ہوتا ہے۔

مقامِ محمود کا ساتواں دور

یہاں تک تو آپکے مقام محمود کے وہ مناظر تھے جن کا ظہور آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہوا جن کے چھ دور ارتقاء آپ کی شخصی زندگی میں گذرے جس طرح انسان کی جسمانی و روحانی ترقی کے چھ دور سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی اصول پر نشو و ارتقاء ملت کے بھی چھ دور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں گذار کر ملاء اعلیٰ کے زمرہ میں شامل ہوئے لیکن آپ کے بعد آپ کی روحانی زندگی کی تکمیل کے لئے مقام محمود کا ایک ساتواں دور ابھی باقی تھا۔ جس میں لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کے وعدہ کا ایفا کیا جانا تھا۔ چنانچہ اس کی بشارت آپ یوں فرما گئے۔ کہ

"اسلام پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ جبکہ زمین کے چپہ چپہ پر کلمۂ اسلام کی منادی ہوگی۔ اور کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جو اسلام کی صدائے خاص سے خالی رہا ہو۔" (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

یہ وہ دور ہوگا۔ جبکہ مقام محمود کی کامل تجلی نمودار ہوگی۔ اس وقت دنیا کی تمام قوموں اور مذاہب میں ایک ہلچل پیدا ہوگی اور ان کی مذہب اسلام سے نبرد آزمائی ہوکر آخر میں انہیں شکست و ذلت نصیب ہوگی اور مذہب اسلام ان پر بذریعہ حجج و بینات

فتح وغلبہ پائے گا۔ اس زمانہ کے پیشوا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلو سے اپنا بروز[1] اور دوسرے پہلو سے بروزِ مسیح[2] فرمایا ہے۔ اور اس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام بھی یوں فرما گئے ہیں:۔

"بادشاہت کی خوشخبری کی منادی[3] تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ اور اس وقت خاتمہ ہوگا" (متی ۲۴: ۱۴)

چنانچہ اس زمانہ میں اشاعت وتبلیغ دین کی تکمیل[4] ہوگی جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تاسیس دین کی تکمیل ہوئی۔ اور اس شاندار زمانہ کی عظمت جتانے کے لئے آپ نے یہ تمثیل فرمائی۔

"میری امت کا حال بارش کی طرح ہے۔ یہ خبر نہیں کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ" (ترمذی)

---

[1] ابوداؤد کتاب المهدی۔ [2] بخاری باب نزول عیسٰی - ۱۲ مؤلف

[3] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو خاتم الخلفاء فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مستدرک حاکم)

[4] اس دورِ اشاعت وتبلیغ دین کی تکمیل کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ اس دعا میں اشارہ ہے جو اذان کے بعد بایں الفاظ مانگی جاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ربّ ھٰذہ الدعوۃ التّامۃ والصّلوٰۃ القائمۃ اٰتِ محمّدا الوسیلۃ وَالفضیلۃ وابعثہ مقامًا محمودا الذی وعدتہٗ الخ۔ اس دعا میں چند امور قابلِ غور ہیں:۔

(۱) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کو دعوت تامہ فرمایا۔ کیونکہ اس کی منادی عالمگیر حیثیت سے روزانہ پانچ وقت صفحۂ ارضی کے گوشے گوشے میں کی جاتی ہے۔ اور دعوتِ توحید کی اس پکار حق سے گویا دنیا کو جھنجوڑتے ہوئے یہ سبق دیا جاتا ہے کہ قیامِ امن کی صورت عقیدۂ توحید اختیار کئے بغیر ممکن نہیں۔ اس دعوت کی منادی خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جماعت کے ذریعہ کفرستان یورپ میں بھی اس وقت ہو رہی ہے۔ جبکہ مغربی ممالک میں جگہ جگہ مساجد تعمیر ہو کر ان کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف آسمانی منادی مبلغین اسلام اپنے لیکچروں کے ذریعہ توحید کی منادی ان یورپین اقوام کے گھروں اور گرجوں، پارکوں تک میں کر رہے ہیں۔

(۲) والصلوٰۃ القائمۃ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ باقی مذاہبِ عالم جو قومی حیثیت میں ہونے

یہ دور حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود کا ہے جس کے کان ہوں سُنے اور جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

روی عن ابی ھریرۃ انہ قال ھذا وعد من اللہ بانہ تعالیٰ یجعل الاسلام عالیًا علیٰ جمیع الادیان وتمام ھذا یتحصل عند خروج عیسٰی وقال السدی ذالک عند خروج المھدی۔ (تفسیر کبیر رازی جلد ۴ صفحہ ۲۴۳)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ اس آیت لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مذہب اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دے گا۔ اور اس کی تکمیل حضرت عیسٰےؑ کی بعثت کے وقت ہوگی اور سُدی نے کہا کہ یہ تکمیل مہدی کے وقت میں ہوگی۔

اس دور کا آغاز اور مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ کب ہوگا؟ اس کا جواب بھی اسی آیت عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں موجود ہے اعداد آیت بحساب جمل ۱۲۹۶ ہیں اور چونکہ سورۂ بنی اسرائیل کا نزول زمانہ ہجرت سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲

کے باعث وقتی شرائع کے حامل تھے ان کے محدود دائرہ کے دور ختم ہونے پر ان شرائع کی نہریں جو اپنے اپنے اوقات میں جاری ہوئی تھیں وہ سب خشک ہو چکیں۔ اب ان مذاہب کی بنیادی عمارت نظام صلوٰۃ و عبادات کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔ کہ ان کی اصل حقیقت کیا تھی اور ان شرائع لانے والوں کا اسوۂ عمل کیا تھا۔ مگر اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کا قیام و بقا قیامت تک ہے لہذا اس کی عبادات کا نظام صلوٰۃ بھی اس کی زندہ شریعت کی طرح ہمیشہ اپنے صحیح اصول اسوۂ رسولؐ پر قائم و دائم ہے۔

۳۔ دعا میں تیسرا فقرہ اَنَّ مُحَمَّدًا اِلَی الْوَسِیْلَۃِ ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ شریعت و عبادات اسلامی کا نظام اگرچہ آخر دنیا تک قائم رہنے والا ہے مگر ایک وقت میں ان کی روح میں فتور پڑ جانا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القراٰن الا رسمہ (مشکوٰۃ کتاب العلم) کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کی تلاوت محض رسمی ہوگی۔ نیز فرمایا۔ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدٰی (کنز العمال) مساجد اگرچہ ظاہر میں تو آباد ہوں گی۔ مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ پس ان مفاسد کے باعث انوار اسلامی کی چمک دنیا میں مدھم پڑ جائے گی۔ قرآن حکیم میں بھی ایسی پیشگوئی تھی۔ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ تب صفحہ الٰہی کو

تقریباً چھ سال قبل ہے۔ لہذا چھ سال منہا کرنے سے ۱۲۹۰ھ بنتا ہے ٹھیک یہی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کا ہے۔ اور یہی خبر صحفِ اولیٰ میں بھی پہلے سے دی گئی۔ چنانچہ دانیال نبی کی کتاب میں مسیح موعود کے زمانہ ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

"جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی۔ ایک ہزار دو سو نوے (۱۲۹۰) ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔" (دانیال ۱۱:۱۲)

چنانچہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک طرف تو یہ وحی الٰہی بالفاظ قرآنی عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نازل ہو کر سابقہ وعدہ کی یاد تازہ کرتی ہے۔ دوسری طرف آپ کو یہ الہام بایں الفاظ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1] ہو کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وحی سابقہ میں جس وعدہ

ساتواں دور

اسلامی انوار سے جگمگانے کے لئے اللہ تعالیٰ اس موعود ہستی کو مبعوث فرمائیگا جس کے ظہور کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ظہور قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ یواطی اسمہ اسمی (ابوداؤد) اس موعود ہستی کی آمد کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی دعائیں مانگتے رہے اور امت کو بھی اس کی یہ تلقین فرمائی۔ اٰتِ محمد الوسیلۃ الٰہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ وسیلہ اور ذریعہ عطا فرما جس کی مساعی جمیلہ سے اسلام کا غلبہ ادیانِ عالم پر ہو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد کے ترانے اقصائے عالم میں گونجیں۔ یہ دورِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کا وہ آخری دور ہے جس کا ظہور اس دنیا میں مقدر تھا۔ اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وابعثہ مقامًا محمودًا۔ جس سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ کام اصل میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ذریعہ سرانجام پانا تھا۔ مگر چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بشری زندگی کا معین دائرہ دنیا میں سے گزار کر آپ کی روح اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف پرواز کر گئی اور اب دوبارہ اس دنیا میں آپ کا ظہور نا ممکن۔ لہذا یہ کام آپ کے غلام بروز کامل مظہر اتم محمدی موعود کے ذریعہ سرانجام پانا تھا۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کا ساتواں دور تکمیل پذیر ہونا مقدر تھا جو ہو رہا ہے۔ وکان وعد اللہ مفعولًا۔

[1] تذکرہ طبع سوم صفحہ ۶۰۹۔

کی توقع تھی۔ اس کے وقوع و ایفاء کا زمانہ یہی ہے۔ آپ کو اس موعود مقام پر کھڑا کر کے عظیم الشان فتوحات کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو ایک موعود بیٹے مثیل فاروق فضل عمر محمود (ایدہ اللہ الودود) کی بشارت دی جاتی ہے جس کے واسطے فاروق اعظم کی طرح اسرائیلی قبلہ کی فتح اور بلاد شام کا قطب الاقطاب ہونا پہلے نوشتوں میں بھی ظاہر کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ پانچویں صدی ہجری میں ایک عارف باللہ امام یحییٰ بن عقب الہامی اشعار میں آپ کی بشارت یوں فرماتے ہیں۔

ومحمود سیظھر بعد ھذا
ویملک شام بلا قتال

(شمس المعارف جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)

اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں آپ کو قطب الاقطاب فرماتے ہیں۔ آج بفضلہ تعالیٰ یہی قطب الاقطاب نہ فقط ملک شام کے روحانی فاتح ہیں، بلکہ اقطارِ عالم یورپ و امریکہ و افریقہ وغیرہ میں آپ کے مضبوط روحانی قلعے (مشن اور مساجد) قائم ہیں۔ خاصکر یورپ کے مرکز تثلیث و الحاد (لنڈن) میں اپنے مبارک ہاتھوں سے مرکز اعلاء کلمۃ اللہ (مسجد الفضل[له]) کی بنیاد رکھ کر مقام محمود کی تجلی اعظم اور فتح مبین کا نشان دنیا کو دکھلا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کو پورا کر دیا۔ اللّٰھم صلّ وسلم علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ فالحمد للہ الذی صدق وعدہٗ۔

مقامِ محمود کے یہ ارتقائی ادوار تو عالمِ دنیا کے ہیں۔ لیکن ان سب کے اخیر میں ایک وہ دور بھی ہوگا جس پر احادیث شفاعت روشنی ڈالتی ہیں۔ جبکہ تمام امتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لوائے حمد کے نیچے کھڑی ہوں گی۔ آپ کے مقامِ محمود کی بشارت کتب سابقہ میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ

له اس کتاب کے زمانہ تصنیف اور اشاعت طبع اول کے وقت مغربی ممالک میں یہی ایک مسجد الفضل تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک بیرونی ممالک میں چھ سو سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اور تقریباً سات سو تبلیغی مراکز مختلف ممالک میں قائم ہو چکے ہیں۔ ۱۲ منہ

کتاب حبقوق (۳:۳) میں ہے۔

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہِ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔"

مقامِ محمود کی یہ فضیلتِ اعلیٰ فقط خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے حصّہ میں آئی۔ اور بطفیل غلامی و وراثت روحانی آپ کی اُمت بھی ضمناً و تبعاً اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف[1] ہوئی۔ مگر آپ سے پہلے انبیاء اور امم سابقہ اس رتبہ کو

---

[1] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ احد من الانبیاء والرسل الا اولیاء امتہ (ہدیہ مجددیہ صفحہ)	یہ وہ مقام محمود ہے جس میں سابقہ انبیاء و رسل میں سے آپ کا کوئی شریک نہیں۔ ہاں امت کے اولیاء اس میں شریک ہونگے

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مقام محمود کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

اے فی مقام یحب علی الکل حمدہ وھو مقام ختم الولایۃ بظھور المھدی (تفسیر ابن عربی صفحہ ۱۹۱)	یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایسے مقام میں ہونگے۔ جسکی بناء پر ہر ایک شخص کو آپکی تعریف کرنا واجب ہوگا اور یہ ختم ولایت کا مقام ہے جو ظہور مہدی سے وابستہ ہے۔

شیخ عبدالرزاق قاشانی رحمۃ اللہ شرح فصوص الحکم صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں۔ فلہ المقام المحمود یعنی مھدی کے لئے مقام محمود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

وانی علی مقام الختم من الولایۃ کما کان سیدی المصطفٰی علی مقام الختم من النبوۃ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی ھو منی وعلی عھدی۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)	میں ختم ولایت کے مقام پر ہوں جیسا کہ میرے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ختم نبوۃ کے مقام پر تھے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہی جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے اس مقام محمود کی تجلیات کو اور زیادہ روشن اور نمایاں کرنے کے لئے اس زمانہ

نہیں پا سکیں۔ البتہ اس مقام سے نیچے ایک اور مقام ہے جس کو مَقَامِ کَرِیْمٍ یا خلافتِ جزئیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس پر انبیاء سابقین اور ان کی اُمم فائز ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورۃ شعراء میں ہے۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ (شعراء ۶۰)

ہم نے انہیں باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عزّت والے مقام سے نکال دیا اسی طرح (ہم انہیں بھی نکالنے والے ہیں) اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔

کذلک کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مقامِ رفعت و عزّت کا استحقاق اُمّتِ محمدیہ کو بھی ہے۔

مقامِ محمود کی اس تفسیر کی طرف بعض مفسرین نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ سید آلوسی رُوح المعانی میں لکھتے ہیں۔

قال بعضهم المراد بالمقام المحمود ما ينتظم كل مقام يتضمن كرامة له صلى الله عليه وسلم

بعض مفسرین کا قول ہے کہ مقام محمود سے مراد ہر وہ مقام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت و رفعت پر مشتمل ہو اور بعض روایات میں کسی بعض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کے بعد مجھے پیدا کیا۔ اور ہم سے اُس نے آپ کے حسن کی وہ تعریف کرائی کہ آج اپنے تو الگ رہے بیگانے بھی آپ کی تعریف کر رہے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

مگر یہ تغیر کیوں ہوا۔ اس لئے کہ اس روحانی دربار سے دربار خاص کا بادشاہ جب انعام کا اعلان کرتا ہے وہ انعام چلتا چلا جاتا ہے اور کوئی انسان اس کو چھیننے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جب اس نے اپنے دربار میں یہ اعلان کیا کہ اے ہمارے گورنر جنرل ہم تجھے ایسے مقام پر پہنچانے والے ہیں کہ دنیا تیری تعریف کرنے پر مجبور ہوگی تو کون شخص تھا جو خدا تعالیٰ کے اس پروگرام میں حائل ہو سکتا اس نے محمدی انوار کی تجلیات کو روشن کرنا شروع کیا اور اسکے حسن کو اتنا بڑھایا کہ دنیا کی تمام خوبصورتیاں اس حسین چہرہ کے سامنے ماند پڑ گئیں اور دوست اور دشمن سب یک زبان ہو کر پکار اُٹھے کہ محمد حقیقتاً محمد اور قابلِ تعریف ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔"

(سیر روحانی جلد دوم صفحہ ۲۷)

والاقتصار فی بعض الروایات	مقام کے ذکر پر کفایت کرنا کسی نکتہ
علی بعض لنکتۃ۔	کی خاطر ہے۔

اس مقام محمود کو ہم نے ایک مقام پر خلافتِ کبریٰ بھی تعبیر کیا ہے۔ دورِ صحابہ اور تابعین سے بھی اس اصطلاح کے اشارات مل سکتے ہیں۔ چنانچہ امام المفسرین ابن جریرؒ مجاہدؒ سے اور واحدی اسبابِ نزولؒ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت لاتے ہیں۔

ان ذلک حین یقعد محمد معہ علی العرش۔ اگرچہ ظاہری و متبادر معنی کے اعتبار سے یہ روایت نہایت مخدوش ہے مگر غوامض و اسرار ربانی سمجھنے والے اور مجاز و استعارہ کی زبان سے سلف کی گفتگو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں عرش سے مراد تختِ خلافتِ الٰہیہ ہے جو انسانی پیدائش کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ جس کا انتہائی نکتۂ کمال مقامِ ختمِ نبوت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرفراز ہوئے۔ اور معیّت سے مراد وہ مقامِ قرب و وصال ہے۔ جس کی طرف آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اشارہ ہے ؛

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥